Www.kashmirulyoum.com.pk

کشمیری عوام کی امنگوں کا ترجمان

راولپنڈی

کشمیرالیوم

ماھنامہ

(رجسٹرڈ)

جلد نمبر 20، شمارہ نمبر 9، اپریل 2023ء رمضان/شوال ۱۴۴۴ھ

مجلس مشاورت

متین فکری

عرفان صدیقی | حامد میر

سرور منیر راؤ | رُباب عائشہ | عاصم قدیر رانا

مدیرِ اعلیٰ : شیخ محمد امین

مدیر : فاروق احمد

نمائندگان

شمالی پنجاب : ارشد ایوب

آزاد جموں وکشمیر : غازی محمد اعظم

سرینگر : سید مزمل حسین سہروردی

جموں : وجے کمار رینا

لداخ : جعفر حسین علوی

لندن : انوار الحق

نیو یارک : فائزہ نذیر

ڈیزائننگ : شیخ ابو حماد

کمپوزنگ :

منیجر فائنانس / سرکولیشن : شبیر یوسف

معاون سرکولیشن : طارق احمد

انچارج شعبہ اشتہارات : راجہ محمد شفیق

ویب انچارج : ڈاکٹر بلال احمد

اس شمارے میں

اداریہ	ہوا ہے تجھ سے بچھڑنے کے بعد یہ معلوم	چیف ایڈیٹر کے قلم سے	3
گرداب	مشرق وسطی کے بعد یوکرین اور کشمیر	سید عارف بہار	4
اظہار خیال	بھارت کشمیریوں کی شناخت مٹانے کے درپے	غلام اللہ کیانی	6
رمضان المبارک	نیکیوں کا موسم بہار	سیف اللہ خالد	8
غزوہ بدر	یوم بدر اور اس کا پیغام	ڈاکٹر عابدہ مجید ترابی	10
گوشہ اسلام	دجال کون؟	ڈاکٹر عبدلرؤف	14
انٹرویو	شہزاد احمد منیر (گروپ کیپٹن (ر)	شیخ محمد امین	15
گوشہ اسلام	دجال کون؟	ڈاکٹر عبدالرؤف	18
تذکرہ شہدا	جعفر طیارہ شہید	اویس بلال	20
نظر وفکر	اللہ رحم فرمائے	عادل وانی	21
آئینہ	پھر کشمیریوں سے معذرت نہ کرلیں	محمد احسان مہر	23
رپورٹ	کشمیری خواتین کے گمشدہ خواب	خالد قریشی	24
نقش وخیال	گیمبیا کی کہانی	ڈاکٹر ساجد خاکوانی	26
داستان حجازی	راہ حق	وسیم حجازی	28
کشمیر کے شب وروز	معرکے۔۔۔	ہمایوں قیصر	30

ماہنامہ کشمیرالیوم میں شائع ہر کالم، کالم نگار کی ذاتی آراء پر مبنی ہوتا ہے، جس سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں (چیف ایڈیٹر)

پبلشر : خواجہ محمد شہباز

مقامِ اشاعت : D-1005، سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی

مطبع : والضحیٰ پرنٹرز، قیصر پلازہ، صدر، راولپنڈی

Regd. No. 885

Mails. B/NPR-234

قیمت 40 روپے، سالانہ زرتعاون 400 روپے

خط وکتابت اور رابطہ کیلئے: دفتر ماہنامہ "کشمیرالیوم" NA/300-A نیو ملپور ڈبل روڈ راولپنڈی Kashmirulyoum2014@gmail.com, 051-4934369

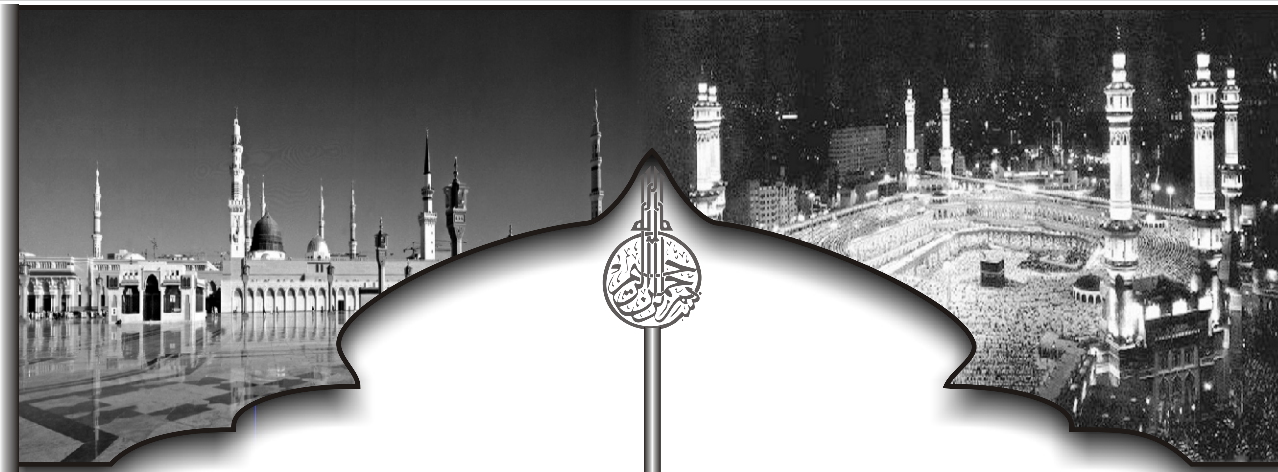

القرآن

ماہِ مضان۔۔۔قرآن کی روشنی میں

تم پر روزے فرض کر دیے گئے، جس طرح تم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے پیرووں پر فرض کیے گئے تھے۔اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔

چند مقرر دنوں کے روزے ہیں۔اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو، یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے۔اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں، پھر نہ رکھیں، تو وہ فدیہ دیں۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے اور جو اپنی خوشی سے زیادہ بھلائی کرے، تو یہ اسی کے لیے بہتر ہے۔لیکن اگر تم سمجھو، تو تمہارے حق میں اچھا یہی ہے کہ تم روزہ رکھو۔

رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔ لہٰذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے، اس پر لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو، تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جا رہا ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انھیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انھیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں یہ بات تم انھیں سنا دو شاید کہ وہ راہِ راست پالیں۔

سورہ البقرہ (آیت نمبر 183 تا186) تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

الحدیث

شب قدر کی برکت !!!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ مہینہ (رمضان کا) تم کو ملا ہے، اس میں ایک رات ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔جو اس سے محروم رہا گویا وہ تمام خیر سے محروم رہا، اور اس کی خیر و برکت سے کوئی محروم ہی بے بہرہ رہ سکتا ہے۔‘‘ (سنن ابن ماجہ)

روزوں کی فضیلت !!!

’جو شخص بحالتِ ایمان ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔‘‘ رمضان المبارک کی ایک ایک ساعت اس قدر برکتوں اور سعادتوں کی حامل ہے کہ باقی گیارہ ماہ مل کر بھی اس کی برابری و ہم سری نہیں کر سکتے۔قیامِ رمضان کی فضیلت سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جس نے رمضان میں بحالتِ ایمان ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے گئے۔‘‘ (بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف !!!

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری دس دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا، پھر ان کے بعد ان کی ازواج مطہرات نے بھی اعتکاف کیا۔(بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان شریف میں دس دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے، اور جس سال آپ کا انتقال ہوا اس سال آپ نے بیس دنوں کا اعتکاف فرمایا۔(بخاری)

ہوا ہے تجھ سے بچھڑنے کے بعد یہ معلوم
کہ تو نہیں تھا ترے ساتھ ایک دنیا تھی

شہید امتیاز عالمؒ ایک عبقری شخصیت

باطل قوتیں ہر دور میں حق پرستوں کے خلاف گھناؤنا کردار ادا کرتی رہیں اور حق پرستوں کے قافلے کو تتر بتر اور ختم کرنے کیلئے ہر حربہ اختیار کرتی رہیں لیکن تاریخ گواہ ہے کہ حق پرستوں نے ہر دور میں جان دینا قبول کیا لیکن باطل کے سامنے جھکنے اور بکنے سے انکار کر دیا۔تاریخ ہمیں یہ بھی یاد دلاتی ہے کہ کربلا کے مقام پر جناب امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو جس طرح بے دردی سے شہید کیا گیا،اس سے واضح ہوا کہ باطل پرست کسی بھی روپ میں ہو سکتے ہیں لیکن ان سب کا عملی مشن اپنی خدائی کی پرستش کرانا اور حق کا نام نشان مٹانا ہی ہوگا۔جس حسنؓ اور حسینؓ کے بارے میں رسول اللہﷺ نے فرمایا ہو کہ جس نے ان سے محبت کی اس نے درحقیقت مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔اسی حسین کو کربلا کے میدان میں نہ صرف شہید کیا جاتا ہے بلکہ ان کے جسم اطہر کی بے حرمتی بھی کی جاتی ہے۔سر کو گردن سے کاٹ کر نیزے پر اٹھا کر،اپنی کامیابی کا اعلان کیا جاتا ہے۔جس کے آنسو بہانا،رونا حضور اکرمﷺ سے برداشت نہیں ہوتا تھا،اسے بے دردی سے شہید کر کے خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ایک بار رسول اللہﷺ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ کی طرف سے گزر ہوا تو آپﷺ نے حسینؓ کے رونے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا کہ بیٹی کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ان کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔اسی حسینؓ کے وجود کے ساتھ پھر کیا ہوا اور دکھ اس بات کا ہوا ہے کہ اسی رسولﷺ کے نام لیواؤں کے ہاتھوں ہی ہوا۔بات یہیں نہیں رُکی 1826 میں سید احمد شہیدؒ نے تحریک جہاد شروع کی۔1831 میں آپ کی شہادت پر بظاہر یہ تحریک ختم ہوئی۔بالاکوٹ کے مقام پر ہزارہ کے بعض سرداروں کی کوفیوں کی طرح بے وفائی کے نتیجے میں سید احمدؒ اور اس کے سینکڑوں ساتھی سکھوں کے ساتھ خونریز معرکے میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔بظاہر سب کچھ لٹ گیا۔۔۔1832ء میں سردار سبز علی خان اور سردار ملی خان ڈوگرہ سامراج کے خلاف دین کی سربلندی اور آزادی کی خاطر صف آراء ہوئے۔ڈوگرہ حکمرانوں نے اپنی طاقت کے نشے میں ان سمیت بیس سرداروں کو گرفتار کر کے،منگ کے مقام پر ان کی کھالیں کھینچوا کر،انہیں شہادت سے سرفراز کروایا۔ظلم و جبر کی انتہا تھی لیکن یہ امام حسینؓ کے کردار کی ہی تقلید تھی جس نے ان جانبازوں کو حق پر ڈٹنے اور مرنے کی ترغیب دے کر باطل کے ایوانوں کو محو حیرت میں ڈال دیا تھا۔مولانا محمد علی جوہرؒ نے امام حسین اور کربلا کے حوالے سے پوری کہانی صرف ایک شعر میں سمیٹ لی ہے۔لکھتے ہیں۔قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے۔اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔کربلا سے بالاکوٹ اور بالاکوٹ سے منگ اور منگ سے مقبوضہ کشمیر کے حوالے سے ہی اگر دیکھیں گے تو صاف نظر آتا ہے کہ حسینی مشن اور حسینی کردار کی واضح روشنی میں مجاہدین اسلام نے آزادی اور اسلام کی شمع جلانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔یہ سلسلہ پوری دنیا میں جاری ہے۔خون شہداء ضائع نہیں ہوتا۔بالاکوٹ اور منگ 1947 میں آزاد ہوئے،سید اور خانوں کی شہادت کے تقریباً 115 سال بعد۔تحریک آزادی کشمیر کی جدوجہد کے دوران بہتا ہوا لہو بھی انشاء اللہ ضائع نہیں ہوگا۔تاہم کبھی کبھار بشریت کے تقاضے کے تحت حالات واقعات ذہن پر اثر انداز ہوتے ہیں۔20 فروری 2023 کی شام تحریک آزادی کشمیر کے ایک عظیم سپوت اور قائد پیر بشیر احمد المعروف امتیاز عالم انصاروں کی بستی میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد جونہی باہر نکل آئے تو ان پر نامعلوم حملہ آوروں نے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی،کلمہ طیبہ کا ورد کرتے کرتے یہ حق کا راہی،حسینی مشن کا سپاہی جاں جاں آفرین کے سپرد کر گیا۔شہید کے والد پیر سکندرؒ صاحب اور جواں سال بھائی پیر نظیر صاحب نوے کی دہائی میں ہی قابض فورسز کے ہاتھوں وادی کشمیر میں شہادت سے سرفراز ہوئے تھے۔دشمن نے آبائی مکان بھی جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔امتیاز عالم صاحب اس سب کے باوجود ڈٹے رہے اور دشمن کو ناکوں چنے چبواتے رہے۔امتیاز عالمؒ کی تمنا شہادت تھی اور اس کا وہ برملا اظہار بھی کرتے تھے کہ انہیں شہادت کی ہی موت ملے گی لیکن یہ ان کے وہم گماں میں بھی نہ تھا کہ انصاروں کے درمیان کوئی نامعلوم شخص یا اشخاص ان کی شہادت کا سبب بنیں گے۔امتیاز عالم کی شہادت پر دشمن نے جشن منایا اور اس حقیقت کو آشکارا کیا کہ وہی اس قتل میں ملوث ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ابھی تک اس قتل میں ملوث دشمن کے ایجنٹوں کو نہ ہی بے نقاب کیا جا سکا اور نہ ہی پکڑا جا سکا۔۔۔۔اللہ رحم فرمائے

مشرق وسطیٰ کے بعد یوکرین اور کشمیر؟

چینی صدر امن عالم اور عالمی امن کو متاثر کرنے والے تنازعات میں ایک ضامن کے طور پر کام کرنا چاہتے ہیں

چینی صدر نئے مینڈیٹ کے ساتھ اب زیادہ پُر اعتماد ہو کر پیچیدہ عالمی مسائل کے حل میں ایک سہولت کار اور ضامن کے طور اُبھر رہے ہیں

چین کی اس عالمی ڈپلومیسی کے سفر میں ایک پیچیدہ اور مشکل ترین مقام اس کی ہمسائیگی میں تنازعہ کشمیر ہے

چین کی ترغیب اور دباؤ کو کشمیریوں کی قربانیوں سے ہم آہنگ رکھنا پاکستان کی خارجہ پالیسی کو درپیش ایک بڑا چیلنج ہوگا

سید عارف بہار

امریکی اخبار وال سٹریٹ جرنل نے ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ مشرق وسطیٰ کے دو دیرینہ حریفوں سعودی عرب اور ایران کے درمیان بقائے باہمی کا معاہدہ کرانے کے بعد چینی صدر ژی جن پنگ یوکرین اور روس کے درمیان معاملات طے کرانے کا مشن شروع کرنے والے ہیں۔صدر ژی جن پنگ جنگ کے بعد پہلی بار یوکرینی صدر مسٹر زلنسکی کے ساتھ براہ راست بات چیت کریں گے۔اگر دونوں میں براہ راست بات چیت ہوتی ہے تو یہ ایک غیر معمولی قدم ہوگا۔وال سٹریٹ جرنل نے چینی صدر کے لئے گلوبل پاور بروکر کے الفاظ استعمال کئے ہیں گویا کہ چینی صدر امن عالم اور عالمی امن کو متاثر کرنے والے تنازعات میں ایک ضامن کے طور پر کام کرنا چاہتے ہیں۔چینی صدر اگلے ہفتے ماسکو کا دورہ کر رہے ہیں جس کے بعد وہ یوکرینی صدر زلنسکی سے براہ راست رابطہ کریں گے۔اخبار کے مطابق

> چین کی اس عالمی ڈپلومیسی کے سفر میں ایک پیچیدہ اور مشکل ترین مقام اس کی ہمسائیگی میں تنازعہ کشمیر ہے۔یہ دنیا کا واحد مسئلہ جہاں چین خود بھی ایک خاموش فریق ہے۔ایک تو یہ کہ چین کی سرحدیں دو ہمسایہ ایٹمی طاقتوں پاکستان اور بھارت سے ملتی ہیں اور ساتھ ہی ان دونوں ملکوں کے درمیان وجہ تنازعہ یعنی کشمیر کے ساتھ بھی چین کی سرحد ملتی ہے اور خود اس متنازعہ ریاست کا وسیع علاقہ تا تصفیہ ایک معاہدہ کے تحت چین کے کنٹرول میں ہے۔یہ وہ پوزیشن ہے جو چین کے لئے اپنی دہلیز اور گھر میں موجود مسئلے کو دنیا کے دوسرے مسائل سے قطعی جدا کرتی ہے

اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ مشرق وسطیٰ کے بعد بیجنگ کے عالمی طور پر اُبھرنے کا ایک اور اہم مرحلہ ہوگا۔اُنہتر سالہ صدر ژی مغربی اور بھارتی میڈیا کی طرف سے بہت سے افواہوں کے درمیان ہی تیسری بار عوامی جمہوریہ چین کے صدر منتخب ہوئے ہیں۔افواہوں کا عالم یہ تھا کہ صدر ژی کے خلاف بغاوت اور ان کی نظر بندی کی باتیں بھی کی جا رہی تھیں۔انہی افواہوں اور بھارت اور مغرب کے میڈیا کی اُڑائی گئی دھول کے درمیان ہی چینی صدر ایک روز دنیا کے سامنے نمودار ہو کر ان تمام قیاس آرائیوں کو ناکام بنا چکے تھے۔صدر ژی عالمی تنازعات میں امریکہ کے سٹائل کو سرد جنگ کی پالیسی قرار دے چکے ہیں اور طاقت کے استعمال اور براہ راست کودنے کی اس پالیسی کی جگہ تنازعات کے فریقوں پر تجارت تعلقات کے ذریعے دباؤ ڈالنے کی پالیسی پر یقین رکھتے ہیں۔اب چینی صدر کی طرف سے روسی صدر پیوٹن سے ملاقات اور اس کے بعد یوکرینی صدر کے ساتھ رابطے کی خبروں پر امریکہ کی طرف سے بھی مثبت ردعمل کا اظہار کیا گیا ہے۔چینی صدر نئے مینڈیٹ کے ساتھ اب زیادہ پُر اعتماد ہو کر پیچیدہ عالمی مسائل کے حل میں ایک سہولت کار اور ضامن کے طور اُبھر رہے ہیں۔اس مشن میں چین فریقین میں کسی ایک طرف کا براہ راست فریق بننے کی بجائے دونوں کے درمیان تجارتی تعلقات اور دونوں سے اپنے تجارتی تعلقات کو استعمال کرنے کی حکمت عملی پر چل رہا ہے

امریکہ کا تنازعات کے حل میں سٹائل یہ رہا ہے کہ وہ لٹھ لے کر کسی ایک فریق کی حمایت کرتا ہے۔مشرق وسطیٰ میں اسرائیل اور فلسطین میں امریکہ کا یہی رویہ رہا۔اب چین اگر سعودی عرب اور ایران جیسے حریفوں کو قریب لانے کے بعد یوکرین کے بحران کو بھی اپنی غیر جانبدارانہ پالیسی کی بنیاد پر حل کرنے کی طرف بڑھتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ چین کے قدم یہاں رکنے والے نہیں۔عین ممکن ہے کہ چین فلسطین اور اسرائیل کے درمیان بھی کسی دو ریاستی حل کی کوئی راہ نکالنے کی کوشش کرے۔چین کی اس عالمی ڈپلومیسی کے سفر میں ایک پیچیدہ اور مشکل ترین مقام اس کی ہمسائیگی میں تنازعہ کشمیر ہے۔یہ دنیا کا واحد مسئلہ جہاں چین خود بھی ایک خاموش فریق ہے۔ایک تو یہ کہ چین کی سرحدیں دو ہمسایہ ایٹمی طاقتوں پاکستان اور بھارت سے ملتی ہیں اور ساتھ ہی ان دونوں ملکوں کے درمیان وجہ تنازعہ یعنی کشمیر کے ساتھ بھی چین کی سرحد ملتی ہے اور خود اس متنازعہ ریاست کا وسیع علاقہ تا تصفیہ ایک معاہدہ کے تحت چین کے کنٹرول میں ہے۔یہ وہ پوزیشن ہے جو چین کے لئے اپنی دہلیز اور گھر میں موجود مسئلے کو دنیا کے دوسرے مسائل سے قطعی جدا کرتی ہے۔پانچ اگست 2019 کو بھارت نے یک طرفہ طور پر کشمیر مسئلے کی بساط لپیٹ کر چین کو بھی للکارا تھا۔اس کا نتیجہ یہ تھا کہ چین اور بھارت کے درمیان دبے ہوئے سرحدی آتش فشاں نے گلوان وادی اور پنگا نگ جھیل میں اچانک تصادم کا لاوا اُگلنا شروع کیا تھا اور آج تک یہ مسئلہ اصل روح اور جذبے سے حل نہیں ہو سکا بلکہ مذاکرات کے ڈیڑھ درجن ادوار بھی بے نتیجہ ہو کر رہ گئے ہیں۔پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات کلی طور پر منجمد ہو کر رہ گئے ہیں اور دونوں ممالک آگے بڑھنے سے انکاری ہیں۔پاکستان نے پانچ اگست کے بعد جہاں لکیر کھینچی تھی وہ وہیں کھڑا اور نریندر مودی تو اپنی شرائط کے بغیر اب پاکستان کے ساتھ بات کرنے کو تیار ہی نہیں۔چین بھارت کے ساتھ گرم سرحدی محاذ کے باوجود تجارت کا دروازہ کھلا رکھے ہوئے ہے۔ایک طرف گلوان وادی میں چینی فوجی بھارتی فوجیوں کی تار بندھے تین فٹ کے ڈنڈوں اور مکوں اور

گھونسوں سے تواضع بھی کر رہے تھے تو دوسری طرف چینی مصنوعات کے کنٹینرز بھی بھارت کی حدود میں خراماں خراماں داخل ہو رہے تھے۔تنازعے کی سنگینی بڑھنے کے باوجود تجارت کا گراف کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہی جا رہا تھا۔اب چین بھارت کا بڑا تجارتی شراکت دار ہے تو سی پیک کی سرمایہ کاری اور دوسری امداد اور دفاعی تعاون کے ذریعے پاکستان کا بیک وقت تجارتی اور تزویراتی شراکت دار بھی ہے۔مشرق وسطیٰ اور یوکرین میں کامیابی کے بعد چین کا اپنے پہلو کی طرف متوجہ ہونا بعید از قیاس نہیں۔چین اپنے سٹائل کے تحت یعنی تجارتی اصول کے بروئے کار لاتے ہوئے پاکستان اور بھارت کو سہولت کاری کی پیشکش کر سکتا ہے۔ایسے میں جب امریکہ کی طرف سے بہت کھلے لفظوں میں کہا گیا ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان مذاکرات کے معاملے میں امریکہ بے بس ہے امریکہ صرف اسی صورت اپنا کردار ادا کر سکتا ہے جب دونوں ملک مل کر اس سے کسی کردار کی درخواست کریں گے۔یہ دوسرے لفظوں میں امریکہ کا اظہار بے بسی ہی تھا کیونکہ صاف دکھائی دے رہا ہے کہ نریندر مودی اب امریکہ کے قابو میں بھی نہیں رہا۔ایسے میں چین کے کردار کے لئے خود امریکہ نے ہی گنجائش پیدا کرنا شروع کی ہے۔چین کسی حد تک دونوں ملکوں پر اثر رسوخ قائم کر چکا ہے اور اب اس کی کوشش اور خواہش ہوگی کہ اس اثر کو جنوبی ایشیا کے روایتی حریفوں کے درمیان سب سے اُلجھے ہوئے مسئلے کے حل کی خاطر استعمال کرے۔اس میں ایک حل تو وہ بھی ہے جس کا اشارہ محبوبہ مفتی کئی برس قبل دی چکی ہیں کہ کشمیری بھی سی پیک سے استفادہ کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔اس جملے کی اپنی گہرائی ہے۔محبوبہ مفتی دو ہزار کی دہائی میں امریکہ کی حمایت اور امداد سے پاکستان اور بھارت کو قریب لانے اور مشرف فارمولے کے تحت آگے بڑھنے کی کوششوں کی کشمیری فریق رہی ہیں۔اس فارمولے کو سی پیک سے استفادہ کرنے سے جوڑا جائے تو اس میں امریکہ اور چین دونوں کی خواہشات کا مجموعہ بنتا ہے۔چین اگر اس معاملے میں دخیل ہوتا ہے تو وہ اپنے سٹائل یعنی تجارتی انداز کو ہی آگے بڑھائے گا شرط یہ ہے کہ بھارت کے ساتھ اس کی کوئی غیر معمولی کشیدگی شروع نہ ہو۔اس تجارتی سٹائل حل میں پاکستان کو کیا موقف اپنانا ہے یہ ایک اہم سوال ہے؟ چین کی ترغیب اور دباؤ کو کشمیریوں کی قربانیوں سے ہم آہنگ رکھنا پاکستان کی خارجہ پالیسی کو درپیش ایک بڑا چیلنج ہوگا۔

☆☆☆

جناب سید عارف بہار آزاد کشمیر کے معروف صحافی دانشور اور مصنف ہیں۔کئی پاکستانی اخبارات اور عالمی شہرت یافتہ جرائد میں لکھتے ہیں۔تحریک آزادی کشمیر کی ترجمانی کا الحمد للہ پورا حق ادا کر رہے ہیں۔کشمیرالیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں

بھارت کشمیریوں کی شناخت مٹانے کے درپے

مقبوضہ جموں وکشمیر میں مسلمانوں کو اراضی کے نئے کالے قانون کے تحت زمینوں سے جبری بے دخل کیا جارہا ہے

آزاد کشمیر کے شہریوں کو پاکستان میں کہیں بھی جائیداد خریدنے اور بیچنے کی آزادی حاصل ہے

پاکستانیوں کو آزاد کشمیر میں جائیداد خریدنے کی اجازت نہیں

پاکستان اس خطے کو ایک متنازعہ علاقہ سمجھتا ہے اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق اس کا حل چاہتا ہے

غلام اللہ کیانی

بھارت نے مقبوضہ جموں وکشمیر میں ہندوؤں کو بسانے، انہیں کشمیری شہریت دینے اور آزادی پسند کشمیریوں کی زمین و جائیداد ضبط کرنے کا سلسلہ تیز کرتے ہوئے آزاد جموں وکشمیر میں جاری ہموار اور پرامن ڈیجیٹل مردم شماری کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے تا کہ اس کی آڑ میں حقائق کو دنیا سے چھپا دیا جائے۔ اس کا مقصد مقبوضہ جموں وکشمیر میں بھارتی افواج کی انسانی حقوق کی بدترین خلاف ورزیوں، ریاستی دہشتگردی سے عالمی برادری کی توجہ ہٹانا ہے۔ خالصتان تحریک سے خوفزدہ مودی حکومت کی کوشش ہے کہ آزاد جموں وکشمیر اور پاکستانی عوام کے درمیان نفرت پھیلا دی جائے۔ خود ساختہ جلاوطن لوگ بھارتی سازشوں کا جال پھیلانے کے لئے بروئے کار لائے جارہے ہیں۔ پاکستان بیورو آف شماریات کشمیریوں کو آزاد جموں وکشمیر کے شہری کے طور پر رجسٹرڈ کر رہا ہے۔ لوگ آن لائن مردم شماری کا فارم جوش وخروش کے ساتھ بھر رہے ہیں۔ آزاد کشمیر کے شہریوں کو پاکستان میں کہیں بھی جائیداد خریدنے اور بیچنے کی آزادی حاصل ہے، پاکستانیوں کو آزاد کشمیر میں جائیداد خریدنے کی اجازت نہیں کیوں کہ پاکستان اس خطے کو ایک متنازعہ علاقہ سمجھتے ہوئے کشمیریوں کو یو این قراردادوں کے مطابق حق خود ارادیت دینے کی وکالت کرتا ہے۔ اس کے برعکس بھارت نے جموں وکشمیر کی متنازع حیثیت ختم کرتے ہوئے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے تحت کئے گئے وعدوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ 5 اگست 2019 کے بعد بھارتی شہریوں کو کشمیر کا ڈومیسائل حاصل کرنے اور بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ متنازعہ ریاست میں مستقل طور پر آباد ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ کشمیری بھارتی پروپیگنڈہ کے جھانسے اور دھوکے میں آ کر آزاد کشمیر کے پرسکون ماحول کو خراب کرنے کی کسی کوشش کو ناکام بنانے کے لئے پرعزم ہیں۔ وزیراعظم پاکستان کے مشیر برائے امور کشمیر وگلگت بلتستان نے بھی واضح کر دیا ہے کہ وفاقی حکومت آزاد کشمیر میں جاری مردم شماری کے حوالے سے

حکومت اور آزاد کشمیر کے عوام کے کسی بھی تحفظات دور کرے گی۔ آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کے سپیکر کی طرف سے تشکیل دی گئی کمیٹی کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے انھوں نے یہ اعلان کیا۔ آزاد کشمیر کا خطہ پاکستان کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ وفاقی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ آزاد کشمیر میں شہریت، زبان، رہائش یا کسی بھی حوالے سے ابہام اور تحفظات سے پاک مردم شماری یقینی بنا رہی ہے۔ حکومت نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ وہ ایسی مردم شماری چاہتی ہے جس پر کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو۔

اس کے برعکس بھارت کی ہندو آبادی کو کشمیر کی شہریت دے کر انہیں انتخابات میں ووٹ ڈالنے کی اجازت دی گئی ہے۔ مقبوضہ کشمیر کی ووٹر لسٹ میں 10 لاکھ سے زیادہ ہندو ووٹرز کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ نئی انتخابی حدود قائم کی گئی ہیں۔ علاقائی اسمبلی میں ہندو ووٹ بینک بڑھانے کے لئے مزید سات نشستوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ آبادی کے ڈھانچے کو مسلم اکثریت سے ہندو اکثریتی علاقے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ 2011 کی مردم شماری کے مطابق، جموں میں تقریباً 53 لاکھ باشندے ہیں، جن میں سے 62 فیصد ہندو ہیں۔ وادی کشمیر میں 67 لاکھ باشندے ہیں، جن میں سے 97 فیصد مسلمان ہیں۔ دسمبر 2022 تک 60 لاکھ سے زیادہ بھارتی شہریوں کو ڈومیسائل سرٹیفکیٹ جاری کئے جا چکے ہیں۔ بھارتی حکومت کے تمام کالے قوانین جیسے ڈومیسائل اور حد بندی (حدود میں تبدیلی) کا مقصد مقبوضہ ریاست کے مسلم اکثریتی کردار کو اقلیت میں بدل دینا ہے۔ بی جے پی نے مغربی پاکستان یا آج کے بنگلہ دیش کے 650,000 سے زیادہ ہندو پناہ گزینوں، جو تقسیم برصغیر کے بعد جموں میں آباد کئے گئے کو پہلی بار مکمل شہریت دی ہے۔ یہ لوگ تقسیم ہند کے فارمولے کے تحت بھارت میں بسائے جانے تھے، مگر منصوبہ بندی سے انہیں متنازعہ جموں کشمیر میں غیر قانونی طور پر آباد کیا گیا۔ ہندوستانی فوج نئے ڈومیسائل قوانین کے تحت مرنے

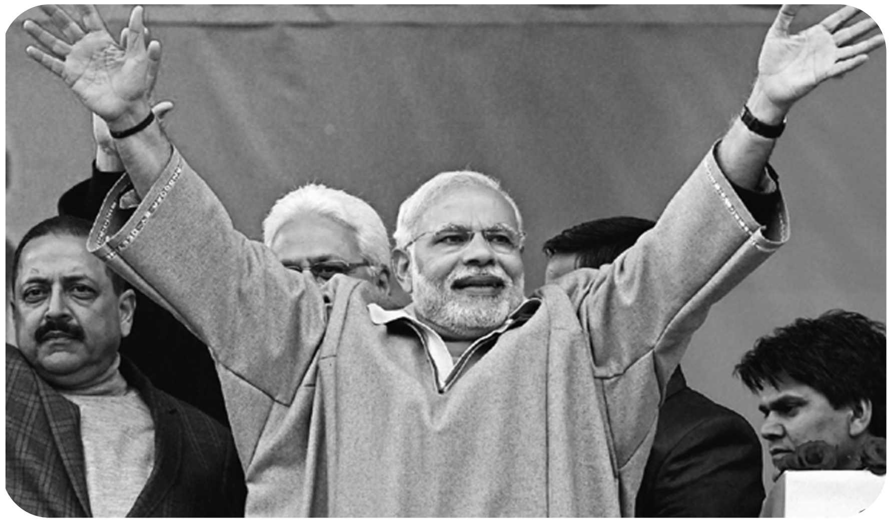

والے بھارتی فوجیوں کے اہل خانہ، ان کی خدمت کرنے والے، ریٹائرڈ ، بیواؤں اور والدین کے لئے جموں شہر میں ایک ہاؤسنگ کالونی تعمیر کرر ہی ہے۔
مقبوضہ جموں وکشمیر میں مسلمانوں کو اراضی کے نئے کالے قانون کے تحت زمینوں سے جبری بے دخل کیا جارہا ہے۔کسی بھی ہندوستانی شہری کو زمین خریدنے کا اہل قرار دیا گیا ہے۔اب غیر رہائشی دوبارہ جموں اور کشمیر میں سرمایہ کاری کر سکتے ہیں۔آرٹیکل 370 منسوخ ہونے کے بعد جموں وکشمیر میں اراضی قوانین تبدیل ہو گئے۔ بگ لینڈڈ اسٹیٹس ابالیشن ایکٹ اور جموں وکشمیر ایلینیشن آف لینڈ ایکٹ دونوں کو منسوخ کر دیا گیا۔ بھارت کا کوئی بھی غیر کاشتکار جسے جبری طور پر زمین الاٹ کی گئی ہے، اسے مکمل طور پر غیر زرعی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی غیر قانونی اجازت ہے۔زمین کی ملکیت کے قانون میں ناقابل قبول تبدیلیاں کی گئی ہیں ۔ غیر زرعی اراضی خریدتے وقت ڈومیسائل کا ٹوکن ازم بھی ختم کر دیا گیا ہے۔
بھارتی حکومت نے غیر قانونی طور پر ریاست جموں وکشمیر کا الحاق کرلیا، اسے تقسیم کر دیا اور اسے بھارتی یونین میں ضم کر دیا۔ یہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ یو این کی کشمیر پر 11 قراردادیں ہیں۔خاص طور پر، یہ یو این ایس سی کی قرارداد 38 کی خلاف ورزی ہے، جس کے پیرا 2 میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ تنازعہ کا کوئی بھی فریق کشمیر کی صورت حال میں مادی تبدیلی نہیں لا سکتا۔ 47 صدارتی احکامات کے تحت ہندوستانی آئین کے 395 آرٹیکلز میں سے 260 کو کشمیر تک بڑھا دیا گیا جبکہ مقبوضہ جموں وکشمیر کی قانون ساز اسمبلی کی توثیق کے بغیر متنازعہ ریاست میں بھارتی قوانین کا اطلاق ونفاذ نہیں کیا جا سکتا۔ کشمیری پنڈتوں کے لئے الگ بستیاں قائم ہو رہی ہے۔ پنڈتوں کے ساتھ مزید لوگ ان کے رشتہ دار، دوست بن کر وادی کشمیر پر یلغار کر رہے ہیں۔مگر بھارتی پروپیگنڈہ کرنے والے بھارت کے کشمیر دشمن اقدامات پر بالکل خاموش ہیں۔

بھارت نے مقبوضہ جموں وکشمیر میں ہندوؤں کو بسانے ، انہیں کشمیری شہریت دینے اور آزادی پسند کشمیریوں کی زمین و جائیداد ضبط کرنے کا سلسلہ تیز کرتے ہوئے آزاد جموں وکشمیر میں جاری ہموار اور پرامن ڈیجیٹل مردم شماری کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے تاکہ اس کی آڑ میں حقائق کو دنیا سے چھپا دیا جائے۔ اس کا مقصد مقبوضہ جموں وکشمیر میں بھارتی افواج کی انسانی حقوق کی بدترین خلاف ورزیوں، ریاستی دہشتگردی سے عالمی برادری کی توجہ ہٹانا ہے۔خالصتان تحریک سے خوفزدہ مودی حکومت کی کوشش ہے کہ آزاد جموں وکشمیر اور پاکستانی عوام کے درمیان نفرت پھیلا دی جائے

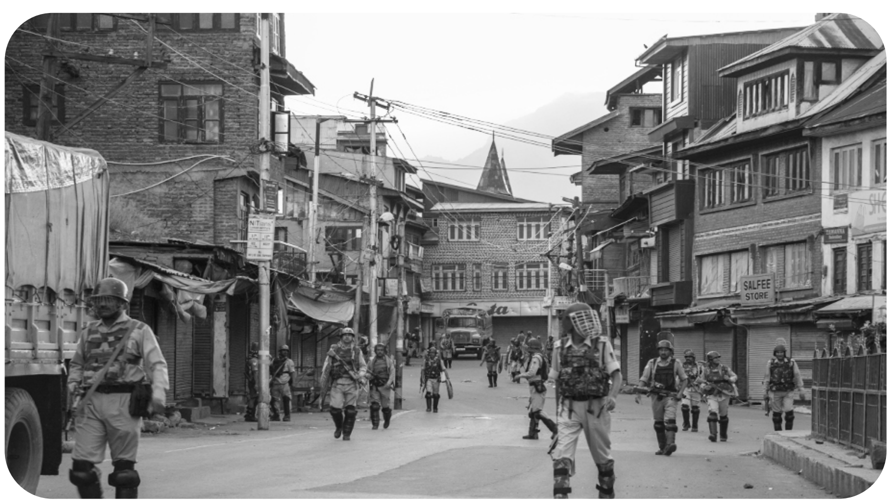

غلام اللہ کیانی معروف کشمیری صحافی، دانشور اور کالم نگار ہیں۔ کشمیرالیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں۔

رمضان المبارک۔۔۔نیکیوں کا موسم بہار

جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے رکھے اس کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے

جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ لیلتہ القدر میں قیام کیا اس کے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے

صیام کے دنوں میں جہاں انسان اپنے آپ کو حلال سے بھی روکے رکھتا ہے دراصل باقی مہینوں میں حرام سے دور رہنے کی مشق ہے

سیف اللہ خالد

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیے گئے، جس طرح تم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔ رمضان المبارک کے روزے ہمارے اوپر فرض کئے گئے اسی طرح جس طرح پہلی امتوں پر فرض تھے اگر چہ نوعیت مختلف تھی۔ تمام مہینے اللہ کے بنائے ہوئے ہیں لیکن رمضان المبارک کے مہینے کی فضیلت کچھ الگ ہے۔ یہ بابرکت مہینہ جس میں قرآن کا نزول ہوا۔ وہ کتاب جو انسانیت کے لیے مکمل ہدایت کی کتاب ہے۔ وہ قرآن جس کے متعلق اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بہت سی قوموں کو عروج بخشا اور بہتوں کو تباہ کیا۔ ماہ رمضان المبارک وہ مہینہ جس میں نیکیوں کا صلہ اللہ تعالیٰ جتنا چاہتا ہے اتنا گنا بڑھاتا ہے۔ جسکی وجہ سے اسکو نیکیوں کا موسم بہار بھی کہتے ہیں۔

روزہ اور قرآن کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ اور قرآن اللہ تعالیٰ کے دربار میں مسلمان کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا کہ میری وجہ سے یہ بندہ کھانے پینے سے رُکے رہا۔ لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول کی جائے۔ اسی طرح قرآن بھی عرض کرے گا کہ میری وجہ سے یہ بندہ نیند سے رُکے رہا۔ لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے رکھے اس کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔ جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ صیام میں قیام الیل کیا اس کے گناہ بھی معاف کر دئے جائیں گے۔ اور جس

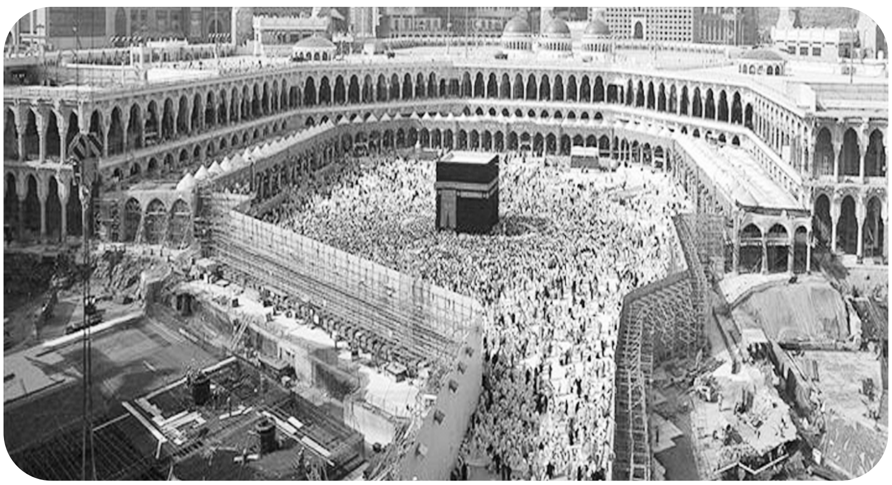

نے ایمان اور احتساب کے ساتھ لیلتہ القدر میں قیام کیا اس کے گناہ بھی معاف کر دئے جائیں گے۔

دنیا میں مسلمان کی زندگی کا اصل مقصد اللہ کے دین پر عمل کرنا اور اس سے دنیا میں غالب کرنے کی جدوجہد کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلمان میں اسی لیے نمازی

انسان کبھی اس حد تک مبالغہ سے کام لیتا ہے کہ وہ کھانے پینے اور خواہشات کو ہی اپنی زندگی کا مقصد بناتا ہے اور اصل مقصد سے غافل ہو جاتا ہے اس کے لئے وہ ہر جائز و ناجائز حلال وحرام کی تمیز ختم کر دیتا ہے۔ شکم پروری کے علاوہ اس سے کسی بات کا احساس ہی نہیں رہتا ہے جو شخص اس طرح شکم پروری کو اپنی عادت بنا لیتا ہے۔ اس کی روحانیت اس کی خواہشات میں دب کر رہ جاتی ہے اور وہ مکمل طور پر اپنے نفس اور شکم کا بندہ بن کر رہ جاتا ہے۔

مصارف زندگی میں جو بھی مجاہدہ کرتا ہے وہی اپنے اصولوں پر قائم رہ کر اپنی آزادی کو برقرار رکھتا ہے اور کسی ایسے طریقے سے اپنی شکم پروری اور خواہشات کا سامان نہیں کرتا جس سے اس کی عزت وآبرو پر کوئی حرف آئے۔

دل کی آزادی شہنشاہی، شِکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے، دل یا شکم!

روزہ خواہش نفس اور شکم پروری کے بت کو مسمار کر کے تقویٰ اور برداشت کو پروان چڑھاتا ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے گھروں سے دور دراز ملکوں کو نکلے کئی کئی دن فاقوں سے گزارتے لیکن کبھی بھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاتے تھے۔ کیوں کہ ماہ رمضان کے روزوں سے تربیت پا کر وہ کندن بن چکے تھے۔ فرض روزوں کے علاوہ کثرت سے نفلی روزوں کا اہتمام بھی کرتے تھے اللہ کی راہ میں بھوک پیاس اور فاقوں کی نوبت آ جاتی تو بڑی خوشی سے برداشت کر لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ جو کہ انسان کے لئے 70 گنا ماں سے زیادہ پیار رکھتا ہے، مسلمان کے اس فاقہ سے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے۔ دراصل انسان جس کو دوسری مخلوق کی طرح کھانے پینے کی ضرورت ہے اللہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی ضروریات تقویٰ کو بنیاد بنا کر حاصل کرے۔

تقویٰ اللہ کی نافرمانی سے بچنے کو کہتے ہیں۔ یا یوں کہیں کہ ضبط نفس کو تقویٰ کہتے ہیں۔ تقویٰ ہی وہ صفت ہے جس کی بنیاد پر انسان حلال وحرام جائز و ناجائز صحیح اور غلط میں تمیز کر سکتا

ہے۔اسی صفت سے متصف کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے امت پر فرض کئے۔صیام کے دنوں میں جہاں انسان اپنے آپ کو حلال سے بھی روکے رکھتا ہے دراصل باقی مہینوں میں حرام سے دور رہنے کی مشق ہے۔یہاں پر ایک خاص بات ذہن میں بٹھائیں کہ اللہ کو اصل میں وہ کردار مطلوب ہے جس کی ذکر قرآن میں اشرف المخلوقات کے طور پر ہوئی ہے۔اس اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ انسان کو عبادات کے مختلف مراحل سے گزار کر سونے کی طرح کندن بنانا چاہتے ہیں۔یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ مختلف عبادات اصل میں انسان کو ایک بڑے مقصد کے لیے تیار کرتے ہیں۔اور وہ مقصد دین اسلام کی سربلندی ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں 3 مقامات پر ذکر فرماتے ہیں۔

انسان کبھی اس حد تک مبالغہ سے کام لیتا ہے کہ وہ کھانے پینے اور خواہشات کو ہی اپنی زندگی کا مقصد بناتا ہے اور اصل مقصد سے غافل ہو جاتا ہے اس کے لئے وہ ہر جائز و ناجائز حلال وحرام کی تمیز ختم کر دیتا ہے۔شکم پروری کے علاوہ اس سے کسی بات کا احساس ہی نہیں رہتا ہے جو شخص اس طرح شکم پروری کو اپنی عادت بنالیتا ہے۔اس کی روحانیت اس کی خواہشات میں دب کر رہ جاتی ہے اور وہ مکمل طور پر اپنے نفس اور شکم کا بندہ بن کر رہ جاتا ہے

هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کردے۔ جس طرح ایک انسان بہترین تربیت پا کر ایک دلیر اور نڈر فوجی بن سکتا ہے تب جا کر وہ اپنے ملک اور وطن کی حفاظت کر سکتا ہے۔اسی طرح جب ایک مسلمان کی تربیت قرآن وسنت کی روشنی میں ہو۔اور عبادات کی اصل روح اس کے اندر موجزن ہو تو پھر کہیں جا کر یہ اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز ہوتے ہوئے خلافت کی ذمہ داری کو سنبھال سکتا ہے۔میرے ساتھیو رمضان المبارک رحمت، مغفرت اور آگ سے نجات والا مہینہ ہمارے اوپر سایہ فگن ہونے والا ہے۔ یہ مہینہ امت کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے۔کاش کہ امت اس کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہو کر اپنے آپ کو تقویٰ کی صفت سے متصف اور پرہیزگاری و خوف خدا سے مزئین کرتی تو آج امت کی ایسی ابتر حالت نہیں ہوتی۔ ہماری عظمت رفتہ کب کی بحال ہو چکی ہوتی اور ہم دنیا کی امامت کے منصب پر فائز ہوئے ہوتے۔ پوری دنیا ہماری پیروی میں ہمارے پیچھے پیچھے چل رہی ہوتی۔ لیکن کیا کہیں۔

بقول ڈاکٹر علامہ اقبال

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

آئیں رمضان المبارک کے فیوض و برکات کو سمیٹنے کی کوشش کریں اور ساتھ ساتھ اپنے مجبور اور مقہور، بے بس اور بے کس مظلوم قوم اور ملت کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنے کی کوشش کریں گے۔جہاں ہم اپنی ذاتی نجات اور کامیابی کے لیے دعا کریں گے۔وہاں فلسطین، شام، مصر، عراق کشمیر، برما، غرض دنیا کے مظلوم و مقہور مسلمانوں کو بھی اپنے دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو ماہ صیام کے روزے ایمان و احتساب کے ساتھ رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

یوم البدر (غزوہ بدر) اور اس کا پیغام

تمام انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو یہ حقیقت سمجھائی کہ تمھارا مقصد حیات طاغوت کی نفی، اللہ کے نظام کی بالا دستی، شیطان سے برأت اور ہدایت الٰہی کی اطاعت وفرمانبرداری ہے

یہ منفرد جنگ کسی نسلی تعصب، لسانی تفاوت، علاقائی بنیاد یا سرحدی فرق کی بنیاد پر نہیں لڑی گئی بلکہ ایک امت، ایک خدائی فوجدار، اور ایک جذبہ ایمانی پر لڑی گئی ہے

مسلمان کسی وقت کے فرعون سے دبتا نہیں بلکہ جابر وظالم کے سامنے کلمہ حق کو پوری اطمینان، دلجمعی اور بہادری کے ساتھ پیش کرتا ہے

کفر کے ساتھ مفاہمت اور مداہنت کا راستہ نہ اپنانا چاہئے۔ اسباب کی بجائے مسبب الاسباب پر نظر رکھنی چاہئے

اس میدان میں اگر کوئی کارگر ہتھیار ہے تو بس صبر واستقامت، تحمل، ایثار وقربانی، عزم وحوصلہ اور اسلامی کردار ہے

ڈاکٹر عابدہ مجید ترابی

اسلام اور کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ قرآن مجید میں کفر کا لفظ کئی معانی میں استعمال ہوا۔ ناشکری، کتمان حق، کتاب الٰہی کے احکامات کا کلی یا جزوی انکار، ایمانیات یعنی توحید، رسالت، اور آخرت کے عقائد میں کلی یا جزوی انحراف، شرک، منافقت، راہ ہدایت سے انکار، اور احکامات الٰہی، نماز روزے حج زکواۃ وغیرہ میں کسی کا علی الاعلان انکار، طاغوت کے نظام کا تعاون اور اللہ کے نظام کی بالا دستی سے قولاً یا عملاً انکار کفر کے معنی کی وسعت میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء ورسل میں تفریق یعنی کسی پیغمبر یا رسول کو اپنی مرضی اور اپنی شرائط کے مطابق ماننا اور کسی کے پیغمبر ہونے سے انکار کرنا، الہ کے علاوہ یا اللہ کے ساتھ اس کائنات میں کوئی شریک بنانا، انبیاء کو قتل کرنا، اور اسلام کے خلاف خروج، اللہ کے دین میں از خود ردو بدل کرنا، لوگوں کو مساجد اور اللہ کی عبادت سے روکنا، کسی مسلمان کو صرف اسلام لانے کی پاداش میں تکلیف دینا اور مسلمانوں کو جبراً اپنے گھروں اور ملک سے نکلنے بھی مجبور کرنا کفر میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک گروہ اللہ کی ماننے والا اور اس کی ہدایت کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرنے والا، اطاعت شعار اور اس کی معرفت رکھنے والا اور اس کے نظام کو قائم کرنے کی سعی کرنے والا تھا۔ اس گروہ کے رہنما انبیاء ورسل تھے۔ جبکہ دوسر گروہ نفس کا پجاری، خواہش نفس، طاغوت اور غیر اللہ کی بندگی کرنے والا، اللہ کا باغی اور سرکش، ھدایت سے دور اور اسلام کے خلاف نبرد آزما، دجال و طاغوت کا حواری ٹھہرا۔ اور اس کا سرغنہ سرکش نفس انسانی اور ابلیس ملعون ہے۔ پہلا گروہ حزب اللہ جبکہ دوسرا گروہ حزب الشیطان ہے۔ ان دونوں گروہوں کے درمیان حق وباطل کی کشمکش اور دشمنی کا آغاز اسی دن ہو گیا تھا جبکہ آدمؑ کی پیدائش کے بعد شیطان نے انسانی نفس کی خواہش کا سہارا لے کر انسان کو اللہ کے حکم کی خلاف ورزی پر اکسا کر دھوکہ اور فریب میں مبتلا کیا اور شیطان نے یہ قسم کھائی قال فبعزتک لاغوینھم اجمعین۔ اس نے کہا کہ اے اللہ تیری عزت کی قسم کہ میں ان سب کو تیرے راستے سے بھٹکا کر لے جاؤں گا۔ تمام انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو یہ حقیقت سمجھائی کہ تمھارا مقصد حیات طاغوت کی نفی، اللہ کے نظام کی بالا دستی، شیطان سے برأت اور ہدایت الٰہی کی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔

سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نیا دین لے کر مبعوث نہیں ہوئے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے حکم سے اسی دین حنیف کی تکمیل فرمائی جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر تمام انبیاء کی تعلیمات سے ہوتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تھا۔ بعثت کے بعد مکہ کی سرزمین پر تیرہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اجنبی اور مشرکانہ اور مشکل ترین ماحول کے اندر اللہ کی توحید کی لو جلائی۔ اس دوران آپ اور آپ کے اصحاب پر نہ صرف زمینی مشکلات کے پہاڑ توڑے دئے گئے۔ بلکہ آسمانی آزمائشوں اور ابتلاء سے

> آپ اور آپ کے اصحاب پر نہ صرف زمینی مشکلات کے پہاڑ توڑے دیئے گئے۔ بلکہ آسمانی آزمائشوں اور ابتلاء سے بھی گزارا گیا۔ تمام انسانی سہارے توڑ دیے گئے، رشتے، برادری، وسائل، قبائلی سہارے توڑ کر تنہاء کر دیا گیا۔ شاید اللہ تعالیٰ دنیا کے سامنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ ثابت کر رہا تھا کہ جس شخص کا چناؤ خاتم النبیین اور سید المرسلین کے طور پر کیا گیا ہے وہ کوئی عام آدمی نہیں۔ بلکہ ایمان واستقامت کا کوہ لم یزل ہے

بھی گزارا گیا۔ تمام انسانی سہارے توڑ دیے گئے، رشتے، برادری، وسائل، قبائلی سہارے توڑ کر تنہاء کر دیا گیا۔ شاید اللہ تعالیٰ دنیا کے سامنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ ثابت کر رہا تھا کہ جس شخص کا چناؤ خاتم النبیین اور سید المرسلین کے طور پر کیا گیا ہے وہ کوئی عام آدمی نہیں۔ بلکہ ایمان و استقامت کا کوہ لم یزل ہے۔ دین ابراہیمی کے جھوٹے دعوے دار مشرکین مکہ نے ہر حربہ آزما لیا، ہر تکلیف دے کر دیکھ لیا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے وطن سے نکال دیا۔ مکہ کی ان تکلیفات اور مصائب کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو بھی شخص لشکر اسلام میں شامل ہوا وہ پورے شرح صدر کے ساتھ جانتا تھا کہ

ان نا مساعد حالات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کا مطلب ساری دنیا کے کفر سے دشمنی مول لینا ہے جس کے نتیجے میں مال، اولاد، والدین، عزتوں اور جانوں کی قربانی پیش ہے۔ اس استحضار کے ساتھ اسلام قبول کرنے والا ہر فرد مخلص، جانثار بہادر اور ابتداء ہی سے اسلام کا جری سپاہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مکی دور نے ایسے بطل اسلام تیار کیے جو ہر طرح کی قربانی دینے کو معمولی بات سمجھتے تھے۔ کفر سے مفاہمت اور مداہنت سے پاک یہی جانثار فوج پیغمبر آخر الزماں کے عظیم مشن کی ترویج کے لیے ضروری تھی۔

اسی دوران جب دین مکہ سے نکل کر دنیا کی دوسرے حصوں میں پھیلنے لگا تو اللہ نے سب سے پہلے مدینہ والوں کے قلوب کو نرم کیا اور 70 کے قریب لوگ حج کے موقع پر مکہ آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ اس دعوت کا مقصد مسلمانوں کو مدینہ میں پناہ دینا نہیں تھا بلکہ اہل مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت پیغمبر اپنی ہدایت اور رہنمائی کے لیے بطور مربی بلا رہے تھے اور ہدایت کا احتیاج لیے ہوئے تھے۔

ہجرت مدینہ کے بعد ابتدائی طور پر قریش مکہ خوش تھے کہ اسلام شہر سے نکل کر دیہات میں چلا گیا تھا۔ لیکن جلد ہی ان پر یہ بات ہویدا ہوئی کہ اسلام مدینہ میں نہ صرف پنپ رہا ہے بلکہ قریش مکہ کی انٹرنیشنل تجارت پر بھی اسلام قبول کرنے والے اب اثر انداز ہو رہے ہیں۔ اور مدینہ میں ایک اسلامی ریاست کی بنیادیں مضبوط کر رہے ہیں۔ یہ تمام باتیں کسی طور کفر کو قبول نہ تھیں۔ ان کا صدیوں پرانے جھوٹے زعم اور سرداری کی بنیادیں لرز رہی تھیں۔ وہ اسلام کی ترقی اور ترویج کو روز روشن کی طرح دیکھ رہے تھے۔

چنانچہ ابھی مسلمانوں کو مدینے میں ایک سال ہی ہوا تھا کہ مکہ کے سردار ابو جہل کی قیادت میں ایک لشکر مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے مدینہ پر چڑھائی کی غرض سے نکل آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تاریخ اسلام میں خالصتاً کفر و اسلام کی بنیاد پر پہلا تاریخی معرکہ پیش آیا جسے غزوہ بدر کہا جاتا ہے جسے ہم اختصار کے پیش نظر زمینی اور واقعاتی اسباب کی تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوئے اور محض اشارات پر اکتفاء کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔

غزوہ بدر 17 رمضان المبارک 2 ہجری یعنی ہجرت کے دوسرے سال مدینہ سے تقریباً70 میل دور پر ایک دیہات نما مقام جو بدر کے نام سے موسوم تھا وہاں پیش آیا۔ یہ غزوہ محض دو لشکروں کے درمیان ایک معمول کی جنگ نہ تھا بلکہ تاریخ انسانی میں بالعموم اور تاریخ اسلامی میں بالخصوص ایک نہایت اہم اور روشن سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس اعتبار سے اس کی عظمت و اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔ اسے یوم الفرقان بھی کہا جاتا ہے یعنی یہ حق و باطل کو واضح کرنے والا اور کفر، منافقت اور اسلام میں ایک واضح حد فاصل کھینچنے والا غزوہ تھا جس نے کھرا اور کھوٹا چھانٹ کر الگ کر دیا تھا۔ اس غزوہ میں یہ بات عیاں ہوگئی کہ کون حق یعنی دین اسلام کے ساتھ ہے اور کون باطل یعنی کفر وشرک کا حمایتی ہے۔ غزوہ بدر کو جس انداز اور منفرد شان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نے مختلف مقامات مثلاً سورہ آل عمران سورہ النساء اور سورہ الانفال میں بیان کیا ہے اور ظاہر اور پنہاں پہلوؤں کو جس طریقے سے بیان کیا ہے اس سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ بخاریؒ، مسلمؒ نے اس کی اہمیت کے پیش نظر کتاب الجہاد میں باب غزوہ بدر قائم کر کے بہت ساری روایات کو یکجا کر دیا ہے۔

غزوہ بدر 17 رمضان المبارک 2 ہجری یعنی ہجرت کے دوسرے سال مدینہ سے تقریباً70 میل دور پر ایک دیہات نما مقام جو بدر کے نام سے موسوم تھا وہاں پیش آیا۔ یہ غزوہ محض دو لشکروں کے درمیان ایک معمول کی جنگ نہ تھا بلکہ تاریخ انسانی میں بالعموم اور تاریخ اسلامی میں بالخصوص ایک نہایت اہم اور روشن سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس اعتبار سے اس کی عظمت و اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔ اسے یوم الفرقان بھی کہا جاتا ہے یعنی یہ حق و باطل کو واضح کرنے والا اور کفر، منافقت اور اسلام میں ایک واضح حد فاصل کھینچنے والا غزوہ تھا جس نے کھرا اور کھوٹا چھانٹ کر الگ کر دیا تھا۔ اس غزوہ میں یہ بات عیاں ہوگئی کہ کون حق یعنی دین اسلام کے ساتھ ہے اور کون باطل یعنی کفر وشرک کا حمایتی ہے

علامہ شبلیؒ نے سیرت النبی میں جلد اول میں غزوات کی بحث میں غزوہ بدر سے متعلق تفصیلی گفتگو۔ الجہاد فی الاسلام میں مولانا مودودیؒ نے مفصل بحث کرتے ہوئے اس ضمن میں مستشرقین کے اعتراضات کا بھی جواب دیا ہے۔

اس غزوہ کے مختلف پہلو سے احاطہ کرنا اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں۔ کوشش کریں گے کہ کچھ اہم نکات اور اس کے کچھ اہم پہلو اس مختصر تحریر میں اجاگر کیے جائیں۔

1۔ اسلام اانسانوں کی ایک ایسی جمعیت پیدا کرنا چاہتا ہے جو دنیا اور اس کی نعمتوں پر رجنے والی نہ ہو بلکہ ان نعمتوں کا ضرورت کے مطابق استعمال کر کے اصل اپنی مقصد حیات پر نظر رکھنے والے ہو۔ 2۔ اسلام ایسا مومن انسان بنانا چاہتا ہے جو خود اللہ کی تلوار، اللہ کی برہان، اللہ کی تقدیر، اللہ کی تلوار، اللہ کا ہتھیار و مددگار اور اللہ کا خلیفہ ہونے کا فریضہ ادا کرے۔ اور اس مقصد کے سامنے دنیا کی بٹی اس کا راستہ روکنے والی نہ ہو۔

3۔ اس غزوہ نے ثابت کر دیا کہ غزوہ سے پہلے مکہ میں اگر چہ مکہ میں سنگین حالات سے گزرنا پڑا آخر وہ کیا عالی مقصد تھا؟ آخر وہ کیا پیغام تھا جس کی تکمیل اور ترویج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھی اور آپ نے اپنے اصحاب کی کس شان سے

تربیت کی تھی کہ وہ صبر وعزیمت کی چٹان بن گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پروانہ وار قربان ہونے کے لیے تیار ہو گئے؟

4۔ ایمان کی پختگی، فریفتگی، جانثاری، عزیمت، استقلال، بہادری، توکل علی اللہ، تقویٰ، اور جذبہ جہاد کی ایسی مثال چشم فلک نے نہ دیکھی تھی۔ اس غزوہ نے دنیا کی آنکھیں کھول دی تھیں کہ یہ جذبہ کبھی مات کھانے والا نہیں۔ یہ جذبہ جنوں دنیاوی ہتھیاروں اور اسباب سے عاری، اور تعداد سے مبراء ہے یہ جنگ ایمان کے بل بوتے اور عشق کے سودہ جنوں سے لڑی گئی ہے۔

5۔ یہ منفرد جنگ کسی نسلی تعصب، لسانی تفاوت، علاقائی بنیاد یا سرحدی فرق کی بنیاد پر نہیں لڑی گئی بلکہ ایک امت، ایک خدائی فوجدار، اور ایک جذبہ ایمانی پر لڑی گئی ہے۔ جہاں عمر فاروق اپنے ماموں کے خلاف، ابوبکر صدیق اپنے بیٹے عبدالرحمان بن ابوبکر کے سامنے، حضرت حذیفہ اپنے باپ کے سامنے اور کوئی اپنے بھائی کے سامنے اور کوئی اپنے رشتہ دار کے سامنے تلوار سونتے میدان عمل میں تھا۔ آج رشتے اور ناطے ایمان کے ساتھ مشروط تھے۔ ایسی مثال تاریخ عالم میں نہ تھی۔ اگر کوئی مقصد پیش نظر تھا تو بس اللہ کے بندوں کو اللہ کی عبادت و اطاعت کی جانب دعوت دینا تھا۔ کوئی منزل تھی تو بس یہ کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کی حاکمیت اور بالادستی ہو جائے۔ اس میدان میں اگر کوئی کارگر ہتھیار تھا تو بس صبر واستقامت، تحمل، ایثار وقربانی، عزم وحوصلہ اور اسلامی کردار تھا۔

غزوہ بدر نے ایک آفاقی پیغام دیا کہ اشاعت اسلام، دعوت اسلام، نفاذ اسلام اور خلافت الٰہی کا قیام امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کی زندگی کا مقصد ہے اور اسی بنیاد پہ ساری امت نبوت کی وارث، اللہ کی خلیفہ، خیرامت اور امت وسط ہونے کا حق ادا کرسکتی ہے۔ اور دنیا میں شہادت حق اور آخرت میں شہادت علی الناس کا فریضہ ادا کرسکتی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے باہم مضبوط اتحاد و اتفاق۔ مستحکم اجتماعیت اور اطاعت خداوندی اصل ہتھیار ہیں۔ ایسی اطاعت ہو کہ مومن مسلم اور منافق میں حدود متعین ہو جائیں اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

6۔ غزوہ بدر نے ایک آفاقی پیغام دیا کہ اشاعت اسلام، دعوت اسلام، نفاذ اسلام اور خلافت الٰہی کا قیام امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کی زندگی کا مقصد ہے اور اسی بنیاد پہ ساری امت نبوت کی وارث، اللہ کی خلیفہ، خیرامت اور امت وسط ہونے کا حق ادا کرسکتی ہے۔ اور دنیا میں شہادت حق اور آخرت میں شہادت علی الناس کا فریضہ ادا کرسکتی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے باہم مضبوط اتحاد و اتفاق۔ مستحکم اجتماعیت اور اطاعت خداوندی اصل ہتھیار ہیں۔ ایسی اطاعت ہو کہ مومن مسلم اور منافق میں حدود متعین ہو جائیں اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے۔

7۔ غزوہ بدر نے واضح پیغام دیا کہ ہر مسلمان پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خود اللہ کی اطاعت کرے اور دوسرے انسانوں کو اللہ کی اطاعت پر لگانے کی سعی مرتے مرتے بھی کرے اور کرتے کرتے ہی مرے۔ اللہ کے قانون سے ہٹ کر ہر قانون کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا، ظلم فتنہ وفساد کو ختم کرنے کے لیے، اللہ کی راہ میں اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لیے، کفار ومشرکین کی حکومت میں مظلوم وکمزور طبقوں بالخصوص مسلمانوں کی حمایت و نصرت میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہے۔ نیک اور صالح اجتماعیت کے ساتھ جمار ہے اور کفار اور مشرکین کے جال اور شیطان کے دھوکے میں نہ آئے۔ قیامت تک آنے والے ہر اللہ کے باغی اور فرعون سے ٹکرا جائے۔ مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی بازیابی اور ان کے تحفظ کے لیے اپنی جان قربان کردے اور اسلامی شعائر اور عبادات کی ادائیگی میں مزاحم (مقابل) قوتوں کو راستے سے ہٹادے۔ اور اسی راہ میں چل کر دو میں اس منزل پالے یا تو اس۔ راہ میں

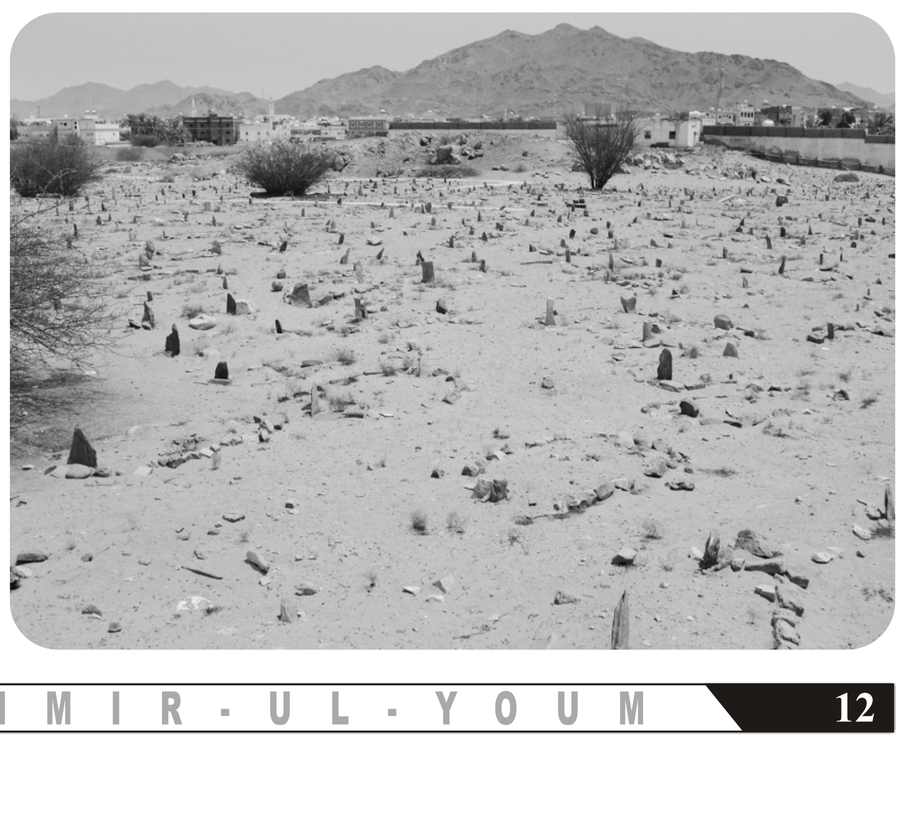

زندگی بسر کر دے اور سارے ربع مسکون تک دین کا پھریرا لہرا دے یا اس راستے میں کام آ جائے اور شہادت کا مرتبہ پا کر ہمیشہ کے لیے سرخرو ہو جائے۔

8۔مسلمان کو تمام میسر دنیاوی اور ممکنہ تدبیریں اختیار کرنے کے بعد بھی ہر حال میں اللہ کی مدد پر بھروسہ کرنا چاہئے۔اسباب اور حالات کو دیکھ کر مایوس نہ ہونا چاہیے ۔مسلمان اپنی تعداد قوت و طاقت اور اسباب کو حتی الامکان جمع تو کرتا ہے مگر بھروسہ اسباب پر نہیں بلکہ اس ہستی پر کرتا ہے جو مسبب الاسباب ہے۔اسی کی مدد کا طالب ہوتا ہے جو اسباب کا تابع نہیں۔ غزوہ بدر میں ایک طرف صرف 313 افراد، دو گھوڑے، 70 اونٹ, چند تلواریں اور چند نیزے تھے، بہت سارے اللہ کے سپاہی خالی ہاتھ۔بغیر سواری کے اور نہتے تھے۔ دوسری جانب ایک ہزار دشمن تمام نمایاں سرداروں، وقت کے کرنیلوں جرنیلوں اور تربیت یافتہ جوانوں کی موجودگی، آلات حرب کا ڈھیر اور مال و دولت اور ساز و سامان کا انبار 100 گھوڑے اور 170 اونٹ تھے۔مگر مسلمانوں کا رعب ان پر چھایا تھا، جبکہ مسلمان اس لشکر کفار کو دیکھ کر خوش تھے اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے اور خوفزدہ نہ تھے، بزدلی کا شکار نہ ہوئے، گھبرا کر میدان سے راہ فرار اختیار نہ کیا، موت کے ڈر سے کفار و مشرکین کے سامنے کسی طرح کی کمزوری و پسپائی کا مظاہرہ نہ کیا، کسی طرح کے لیت و لعل اور حیلہ و بہانہ کی روش اختیار نہ کی۔شرعی احکام یا ایمان و اسلام سے دستبرداری کا اعلان نہ کیا بلکہ اسلام کے ایسے دشمنوں کے لیے اللہ کا قہر بن کر ٹوٹے۔جن کو دین اسلام کی طرف دعوت کے ذریعے پھیرنا ممکن نہ تھا۔

9۔غزوہ بدر کا ایک پیغام یہ ہے کہ مسلمان کسی وقت کے فرعون سے دبتا نہیں بلکہ جابر و ظالم کے سامنے کلمہ حق کو پوری اطمینان، دلجمعی اور بہادری کے ساتھ پیش کرتا ہے۔اور بہانگ دھل اعلان کرتا ہے کہ دنیا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اس لیے کہ میرا جینا اور میرا مرنا سب معبود حقیقی ذات واحد لاشریک کے لیے ہے۔

10۔غزوہ بدر اسلام کی بالادستی اور فتح کا ایک پیغام بھی ہے کہ مشرکین جہاں بدترین ظالم ہوتے ہیں، وہیں موت کے نام

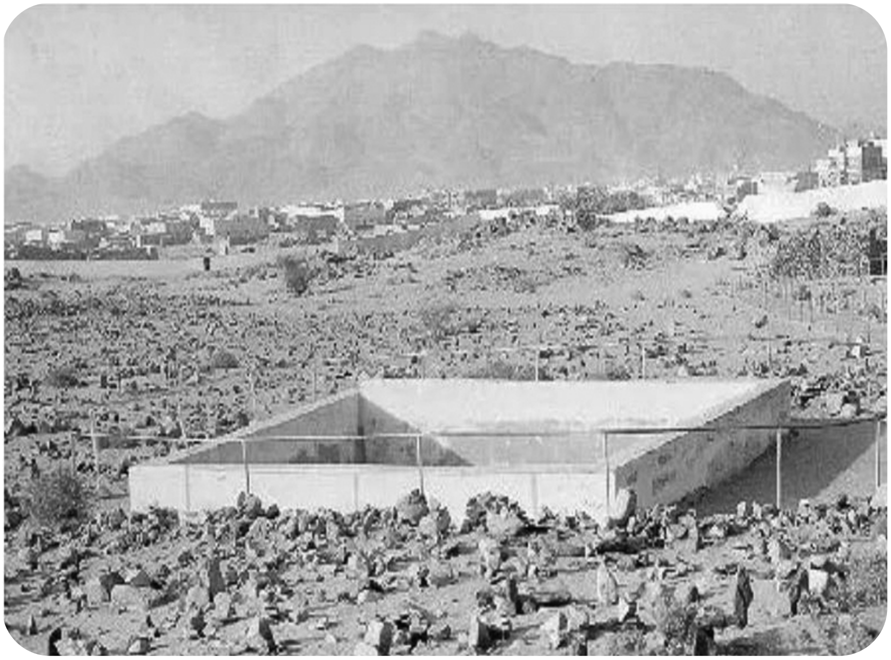

سے لرزاں براندام ہوتے ہیں۔وہ مرنے کے لیے کسی صورت آمادہ نہیں ہوتے۔انہیں اپنی کثرت، اپنی قوت اور اقتدار کا نشہ تو ہوتا ہے مگر وہ جان دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے ہیں۔اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے میں ان کی جان جا سکتی ہے تو الٹے پاوں بھاگ کھڑے ہوں گے۔

11۔ دور حاضر میں جب کہ امت اسلامی ساری دنیا میں مشکلات کا شکار ہے۔کشمیر، فلسطین، چیچنیا، بوسنیا، شام، یمن اور عراق پر کفر کی یلغیار ہے ایسے میں غزوہ بدر سے رہنمائی ضروری ہے۔اور اس بات پر یقین کامل کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو پست ہمت نہیں ہونا چاہئے، اللہ پر ایمان کو مضبوط بنانا چاہیے۔کفر سے خائف نہیں ہونا چاہیے۔کفر کے ساتھ مفاہمت اور مداہنت کا راستہ نہ اپنانا چاہیے۔اسباب کی بجائے مسبب الاسباب پر نظر رکھنی چاہیے۔اپنی اجتماعیت کو قائم رکھنا چاہیے اپنی صفوں میں منافقوں کو جگہ نہیں دینی چاہیے۔اور انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین کا حقیقی مصداق بن کر میدان جہاد میں اترنا چاہیے۔کفر مفاہمت مداہنت سے نہیں بلکہ جہاد، قتال اور مرمت سے سیدھا ہوگا۔ظالم اور کافر کا علاج وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا۔آج کا کوئی انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر خوش اخلاق اور دعوت دین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر داعی نہیں ہو سکتا۔لیکن اس کے باوجود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مدنی دعوتی زندگی کا شاید کوئی ایک ماہ بھی ایسا نہ گزرا ہو جس میں پورے تیس دن تلوار گھر میں لٹکی رہی ہو اور اس پر گرد پڑ گئی ہو۔

امت مسلمہ کا وقار، عزت، آبرو اور شان صرف جہاد سے ہے۔

غزوہ بدر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر غزوات ہمیں یہ پیغام دے رہے ہیں کہ بحیثیت امت جاگنا ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر جزوی نہیں بلکہ کلی عمل کرنا ہوگا۔اسلام کی بالادستی ہر صورت قائم کرنا ہوگی چاہے اس راستے میں ہماری جان جاتی ہے تو چلی جائے۔

☆☆☆

ڈاکٹر عابدہ مجید ترابی صاحبہ کشمیر الیوم کے مستقل کالم نگار جناب ڈاکٹر عبد الرؤف صاحب کی زوجہ اور معروف دانشور ،تحریک آزادی کشمیر کے قائد اور آزاد کشمیر کے سابق نائب امیر پروفیسر الیف الدین ترابیؒ کی بھتیجی ہیں ۔ڈاکٹر صاحبہ بھی ان شاء اللہ ماہنامہ کشمیر الیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر لکھیں گی۔الحمدللہ

* مسیح الدجال *

دجال کون؟؟

ڈاکٹر عبدالرؤف

دجال احادیث کی نظر میں۔

پچھلی قسط (آٹھویں) میں ہم نے دجال کے متعلق فتن کے باب سے وہ چند احادیث مثال کے طور پر نقل کی تھیں جو سند اور متن کے اعتبار سے صحیح، اور حسن درجے کی تھیں۔ اور اگر کہیں کوئی سقم پایا بھی جاتا تھا تو وہ اس قدر کم تھا کہ یہ احادیث محدثین کے ہاں ہمیشہ قابل اعتبار رہیں۔ ہم نے یہ چند احادیث اس لیے بیان کیں کہ ان کے متن میں تضاد وارد ہوا تھا۔ اس کی حکمتیں اور توجیہات بھی بیان کی گئیں اب اس قسط نمبر 9 اور آئیندہ کی چند اقساط میں ہم مستند ذخیرہ احادیث کی کچھ مزید قابل اعتبار احادیث کا بیان بھی کریں گے۔ تاکہ اس فتنے کا درست محل متعین کرنے اور سمجھنے میں مدد مل سکے۔

قاری حضرات اس بات کو ملحوظ خاطر رکھیں کہ بعض روایات بہت طویل ہیں۔ اگر ان کا عربی متن بھی شامل کیا جائے تو تحریر بہت طویل ہو جاتی ہے اور اخبار کی ایک مختصر یومیہ قسط اس طوالت کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ان طویل روایات کا صرف مختصر عربی اشارہ، اردو ترجمہ لکھنے اور حوالہ درج کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا۔ جبکہ چھوٹی احادیث کا عربی متن درج کر دیا جائے گا۔

حضرت عبدالرحمان بن جبیر بن نفیر بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے ابو نے بتایا کہ انہوں نے حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا تو اس میں آپ نے کبھی بہت ہلکا لہجہ استعمال کیا اور کبھی زوردار انداز میں کہا، آپ کے اس بیان سے ہم نے محسوس کیا کہ جیسے وہ یہیں کہیں قریب انہی کھجوروں میں چھپا ہوا ہے، پھر جب ہم شام کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے چہروں پر خوف کے آثار دیکھے تو فرمایا: "تم لوگوں کو کیا ہوا؟" ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول کی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے صبح کے وقت جو دجال کا ذکر فرمایا تھا اور جس میں آپ نے پہلے دھیما اور پھر زوردار لہجہ استعمال کیا تو اس سے ہمیں یہ محسوس ہوا کہ وہ انہی کھجوروں کے درختوں میں کہیں چھپا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: " مجھے تم لوگوں پر دجال کے علاوہ دوسری چیزوں کا زیادہ ڈر ہے، کیونکہ دجال تو اگر میری زندگی میں ظاہر ہوا تو میں تم سب کی طرف سے اس کا مقابلہ کروں گا، اور اگر میرے بعد ظاہر ہوا تو ہر انسان اس کا مقابلہ خود کرے گا، اللہ تعالی ہر مسلمان پر میری طرف سے نگران ہے۔ (یعنی ہر مسلمان کا میرے بعد ذمہ دار ہے)

دجال جوان ہوگا، اس کے بال بہت گھنگریالے ہوں گے، اس کی ایک آنکھ ابھری ہوئی اونچی ہوگی جیسے کہ میں اسے عبدالعزی بن قطن کے مشابہ سمجھتا ہوں، لہٰذا تم میں سے جو کوئی اسے دیکھے اسے چاہیے کہ اس پر سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔۔۔من کل حدب ینسلون۔۔تک (یعنی ان آیات سے رہنمائی لے)، دیکھو! دجال کا ظہور عراق اور شام کے درمیانی راستے سے ہوگا، اور وہ زمین پر دائیں بائیں فساد پھیلا تا پھرے گا، (اس وقت) اللہ کے بندو! ایمان پر ثابت قدم رہنا"۔ ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ کتنے دنوں تک زمین پر رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: " چالیس دن تک، ایک دن ایک سال کے برابر، دوسرا دن ایک مہینہ کے اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا، اور باقی دن تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے "۔ ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اس دن میں جو ایک سال کا ہوگا ہمارے لئے ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: " (نہیں بلکہ) تم اسی ایک دن کا اندازہ کر کے نماز پڑھ لینا"۔

تخریج: م/الفتن 20 (2137)، د/الملاحم 14 (4321)، ت/الفتن 59 (2240)، (تحفة الاشراف: 11711)، وقد اخرجہ: حم (4/181، 182) (صحیح)

یہ حدیث مبارکہ صحیح درجے کی ہے اگر چہ اس کے عربی متن میں چھوٹے چھوٹے ایک دو جملے کچھ کے نزدیک ضعیف ہیں۔ جنہیں احتیاطاً بیان نہیں کیا گیا۔

دجال کے دنوں سے مراد مختلف ادوار (intervals of time) ہیں جیسے عربی اسلوب میں یوم کا لفظ ایک مخصوص دور کے لیے استعمال ہوتا ھے۔ یہاں وہ دن مراد نہیں جس کے ابتداء میں سورج طلوع ہوتا ہے اور اختتام غروب آفتاب پر ہوتا۔

عراق و شام کے درمیانے راستے سے مراد عین ممکن ہے یہ ہو کہ عراق و شام کے لوگوں کے درمیان مختلف مسالک، مذاہب یا سیاسی جھگڑوں کے نتیجے میں یہ فتنہ وجود میں آئے۔ جبکہ دجال کے ظہور کے علاقے سے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث اس طرح بھی ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے یہ حدیث بیان کی: "دجال مشرق کے ایک ملک سے ظاہر ہوگا، جس کو "خراسان" کہا جاتا ہے، (جو موجودہ ایران ہے۔) اور اس کے ساتھ ایسے لوگ ہوں گے جن کے چہرے گویا تہ بہ تہ ڈھال ہیں" مطلب یہ ہے کہ ان کے چہرے گول، چپٹے اور گوشت سے پر اور موٹے ہوں گے۔ ت/الفتن 57 (2237)، (تحفة الاشراف: 6614)، وقد اخرجہ: حم (1/4، 7) (صحیح)

شاید کہ ایران میں کبھی اٹھنے والے اس فتنے کی پشت پناہی چین کے لوگ بھی کریں۔ اور یہ فتنہ بھی اسی طرح جھوٹ، دجل، مکر و فریب میں شام اور عراق سے اٹھنے والے فتنہ سے مماثل اور ہم آہنگ ہو۔ اور ان کی صفات مشترک ہوں۔

(جاری ہے)

جناب ڈاکٹر عبدالرؤف کا تعلق ٹیکسلا سے ہے۔ معروف عالم دین، دانشور اور محقق ہیں۔ کشمیرالیوم کے مستقل کالم نگار ہیں اور بلا معاوضہ لکھتے ہیں

یہ بات ہرگز ممکن نہیں کہ ہم اپنا جہد مسلسل سے وابستہ ماضی بھول سکیں

مجاہدین آزادی کو یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ دنیا میں مہنگی ترین شے "آزادی" ہے جسے حاصل کرنے کے لیے انسان اپنی جان بھی دے دیتے ہیں۔

تحریک آزادی کشمیر سے دغا دھوکا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں بے توقیر کر کے مارا ہے

معروف کشمیری دانشور، مصنف، شاعر اور ممتاز کالم نگار جناب شہزاد منیر احمد پاکستان کی مسلح افواج میں ایک آفیسر کی حیثیت سے گروپ کیپٹن بھی رہ چکے ہیں۔انتہائی فرض شناس ملنسار، خوش گفتار، صوفی منش اور صاحب کردار انسان ہیں۔8 مئی 1946ء کو جگتو چک تحصیل نواں شہر جموں میں پیدا ہوئے۔برصغیر کی تقسیم اور جموں میں مسلم آبادی پر حملے کے بعد ان کے خاندان نے وہاں سے سیالکوٹ (پاکستان) کی طرف ہجرت کی۔ان کی عمر اس وقت صرف ڈیڑھ سال کی تھی۔انہوں نے مسلمانوں کی تحریک پاکستان کی تاریخی ہجرت کی داستان الم اپنے والدین سے سنی اور ہجرت کے بعد کے مسائل کا خود سامنا بھی کیا۔کشمیری مسلمانوں پر بالعموم اور ان کے خاندان پر بالخصوص جس طرح کے مظالم ڈھالے گئے، ان کو بیان کرتے کرتے اس وقت بھی اشک بہاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔کشمیر اور تحریک آزادی کشمیر ان کی روح میں رچی بسی ہے، آزادی کشمیر کا خواب اور اس تعبیر کے حوالے سے ہر لحہ متحرک نظر آتے ہیں۔ان کی اکثر تحریریں جو پاکستان کے معتبر انگریزی اور اردو اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں تحریک آزادی کشمیر کے موضوع پر ہوتی ہیں۔وہ ہمیشہ تحریک آزادی کشمیر کے عملاً ایک غیر اعلانیہ ترجمان کا کردار ادا کرتے نظر آ رہے ہیں۔کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ماہنامہ کشمیر الیوم کے مستقل کالم نگار ہیں۔پچھلے دنوں ماہنامہ کشمیر الیوم کے دفتر ہماری دعوت پر تشریف لائے۔ان سے مسئلہ کشمیر اور تحریک آزادی کشمیر کے حوالے سے کی گئی گفتگو من وعن قارئین کی نذر ہے۔(شیخ محمد امین)

سوال: آپ کا تعلق مقبوضہ ریاست جموں وکشمیر سے ہے۔آپ کے خاندان نے کب وہاں سے ہجرت کی۔

جواب: جی، ہم (راجپوت قبائل) صدیوں سے ایک چھوٹے سے گاؤں "جگتو چک" تحصیل نواں شہر ضلع جموں، کشمیر میں

رہ رہے تھے۔ہمارے آباء زمینداری کا پیشہ اختیار کیے ہوئے خوشحالی کی زندگی گزارتے تھے۔میرے نانا نبی بخش طور کشمیری راجہ ہری سنگھ کے ملازم اور ان کے ساتھ پولو کھیلا کرتے تھے۔انہیں حکومت کی طرف سے بڑی جاگیر زمین بھی انعام میں دی گئی تھی، جسے انہوں نے آباد کر کے اس بستی کا نام "دگ نبی بخش" رکھ لیا تھا۔سیالکوٹ کے کئی تجارتی قافلے جب تجارت کی غرض سے جموں جایا کرتے تو وہ ہمارے پاس ہفتوں قیام کرتے تھے۔1947 میں جب ہندوستان کے بٹوارے کے نتیجے میں پاکستان معرض وجود میں آیا اور پھر ملک بھر میں ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے، خونریزی شروع ہو گئی تو حالات کے ہاتھوں مجبور ہوئے ہمارے قبائل کو بھی کشمیر سے ہجرت کرنا پڑی۔یوں ہم ستمبر 1947 میں پاکستان میں آ بسے۔

سوال: ہجرت کے کیا خاص اسباب بنے۔

جواب: ہجرت بڑا مشکل فیصلہ ہوتا ہے۔عارضی ہجرت جو عموماً معاشی ضرورتوں کے تحت اختیار کی جاتی اس کے پیچھے مالی خوشحالی کا حصول اور پھر سے لوٹ آنے کی امید بچھڑنے والے کو رنجیدہ نہیں ہونے دیتی بلکہ بہتر مستقبل کا سہانا خواب تازہ اور متحرک رکھتا ہے۔مگر مستقل بنیادوں پر ترک وطن کرنا جیسا تقسیم ہندوستان پر مسلمانوں کو ہجرت کرنا پڑی تھی، یقیناً مجبوریوں کے تحت ہی کرنا پڑتی ہے۔میرے مطابق ہماری ہجرت تو لغوی اعتبار سے ہجرت تھی ہی نہیں۔ہجرت اس نقل مکانی کو کہا جاتا ہے جو اپنی مرضی اور خوشی سے کی جائے۔جو نقل مکانی کسی دباؤ دھونس سے کروائی جائے وہ دراصل ملک بدری ہوتی ہے۔کشمیری مسلمانوں کا 14 اگست 1947 کے بعد پاکستان میں آ بسنا نہ ہجرت ہے نہ ملک بدری بلکہ پناہ گیری ہے، کیونکہ ان پناہ گیروں کا وطن، کشمیر آج بھی طاقتور ملک کے قبضہ میں ہے جسے بین الاقوامی (اقوام متحدہ) قوانین کے مطابق واگذار ہونا اور کشمیریوں کو واپس جانا ہے۔ہم اپنے بزرگوں کا وطن اور قبریں کبھی نہ چھوڑتے اگر برطانوی حکومت اور ہندستان کی سیاسی جماعتوں، آل انڈیا کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے درمیان طے پائے جانے والے معاہدہ کے مطابق تقسیم ہندوستان کے بعد ریاست کشمیر کو اپنی مرضی سے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کا اختیار مل جاتا تو۔چونکہ کشمیر پر ہندوستانی افواج نے غاصبانہ قبضہ کر کے اپنے ملک کی ریاست ڈکلیر کر دیا اس لیے وہاں مسلمانوں کی زندگی مشکل بنا دی گئی تھی۔لہٰذا ہمارے قبائل وہاں سے نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

سوال: شہزاد صاحب۔۔ہجرت یا پناہ گیری کا یہ سفر

کیسا رہا۔۔

جواب: میری عمر تو کوئی ڈیڑھ سال کی تھی۔ ہجرت کے اس سفر کے بارے میری کوئی یادداشت ذہن میں محفوظ نہیں۔ لیکن امی ابو بتاتے تھے کہ پاکستان کے بن جانے کی خبر سن کر ہم بڑے خوش تھے۔ جگتو چک میں غیر مسلم خاندان چار پانچ ہی تھے۔ معاشرتی ماحول باہمی محبتوں کا تھا۔ سارے گاؤں والے ہمیں کہتے تھے کہ اپ کو پاکستان جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ستمبر کے پہلے ہفتے میں ہندوستان بھر میں ہندو مسلم فسادات اور خون ریزی عروج پر تھی۔ ہنگامہ آرائی فسادات اور قتل عام حکومت ہند بالکل بے بس تھی۔ ریل گاڑیوں پر مہاجرین ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر لائے لیجائے جا رہے تھے۔ بارڈرز پر ان گاڑیوں پر بلوائیوں کے حملوں اور شدید قتل و غارتگری کی خبریں مل رہی تھیں۔ ساتھ والے گاؤں سے ذیلدار نے آکر ہمیں یہ بتایا کہ حالات بہت کشیدہ اور بے قابو ہو گئے ہیں۔ میں بھی آپ مسلمان خاندانوں کی حفاظت شائد نہ کر سکوں۔ بہتر ہے آپ چپکے سے نکل جائیں، میرے کچھ بندے آپ کو بارڈر تک لے جائیں گے۔۔ والد صاحب بتاتے تھے کہ سہ پہر عصر کا وقت تھا۔ گھر والے کھانا تیار کرنے میں مصروف تھے، جلتے ہوئے چوہلوں سے دھواں اٹھ رہا تھا، ہم مویشیوں کے باندھنے والے احاطے کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ مجھے پیغام ملا کہ جان بچانے کی فکر کریں۔ بہت بڑا جتھا آپ پر حملہ کرنے والا ہے۔ امی بتاتی تھیں کہ ہمیں کہا گیا گھر کے سامان کی فکر نہ کریں جو قیمتی شے ہاتھوں میں اٹھالے جاسکتی ہیں اٹھاؤ اور جلدی نکلو۔ کہتی تھیں میرے کانوں میں سونے کی ڈنڈیاں تھیں۔ باقی زیورات نندنوں کے پاس تھے وہ اٹھائے اور گھر سے نکل پڑے۔ میرے تن لگے کپڑوں، ڈنڈیوں اور تین بچوں کے اور کچھ نہیں تھا۔ یوں سورج غروب ہو رہا تھا جب کشمیر والا گھر چھوڑا تھا۔ اسی اثناء میں سکھوں کا ایک گروہ ہم پر ٹوٹ پڑا۔ ہمارے قبیلے کے مردوں نے ہمیں پاکستان کی طرف نکلنے کا کہا اور خود ان سکھوں سے ٹکرا گئے۔ کچھ مارے گئے کچھ بچ گئے۔ عورتیں البتہ زیادہ تر چھپ چھپا کر جان بچانے میں کامیاب رہیں۔ پانچ عورتیں شہید ہو گئیں۔ ہمارے قبیلے کے 11 مرد شہید ہوئے۔ پیاروں کے قتل کا غم، گھر لٹنے کا دکھ ہجرت کی مصیبتیں، بھوکے معصوم بچوں کا چلانا، روتے پیٹتے، چھپتے جان بچاتے ہم پاکستان بارڈر پر پہنچ گئے۔ سیالکوٹ میں مختلف دیہاتوں میں میری تین خالائیں بیاہی ہوئی تھی۔ جگتو

چک سے ان دیہات کا فاصلہ بھی کچھ زیادہ نہ تھا اس لیے دوسرے دن شام تک ہم پاکستان پہنچ گئے تھے۔ امی بتایا کرتی تھیں کہ۔ ہم جگتو چک سے عید، شب برات اور شادی بیاہ کی تقریبات کے لیے خریداری کے لیے سیالکوٹ آیا جایا کرتے تھے۔

امی جب کبھی ہمارے ضد کرنے پر ہجرت کا درد بیان کرتیں تو رو رو کر ہلکان ہو جاتیں۔ کہتی تھیں اللہ کسی کو گھر سے بے گھر نہ کرے۔ اللہ کا کرنا تھا جن کے گھروں میں اجنبی لوگ پیٹ بھر کر کھانا کھا کر جایا کرتے تھے آج ان کے بچوں کو کھانے کے لیے نوالہ تک میسر نہ تھا اوپر سے جانوں کا خطرہ استغفراللہ استغفراللہ۔ امی کی یہ کہانی سناتے سناتے شہزاد منیر صاحب اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکے اور روتے روتے کہہ گئے کہ پھر کہا جا رہا ہے کہ ماضی کو بھولیں۔۔ کیا بھولیں اور کس طرح بھولیں ۔

سوال: پاکستان پہنچ کر مہاجرانہ زندگی کی شروعات کے بارے کچھ بتائیں۔

جواب: پاکستان پہنچ کر ہم خالو کے گھر دو ایک دن رہے۔ والد صاحب نے خالو کے گھر والوں کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اس گاؤں سے جو غیر مسلم خاندان ہندوستان چلے گئے ہیں ان کے کسی مکان کو ہماری ملکیت دے دیا جائے تا کہ ہم اپنے "پناہ گیر ہونے کی اذیت کو اکیلے بھگتیں" آپ ہمارے ساتھ اپنی زندگی مشکل میں نہ ڈالیں۔ اب مسئلہ روزگار کمانے کا تھا۔ ابا لوگوں کو سوائے زمینداری کے اور کوئی ہنر نہیں آتا تھا۔ لہٰذا وہ سیالکوٹ شہر میں مزدوری کرنے چلے جاتے تھے۔ کسی کھرپہ ان کا بہترین دوست تھا۔۔ اللہ کے فضل اور اسی کی رضا میں کوئی چار سال ایسے ہی گزرے جو بظاہر تو کم مائیگی اور مشکل دن ہی تھے مگر عزت و احترام کے ساتھ گذارے۔ بچے بھوکے سوئے نہ سکول پڑھائی میں ہی دشواری آئی۔ شکر الحمدللہ۔ چار سال بعد ہمارے زرعی کلیم وہاں (مقبوضہ ریاست) سے تصدیق ہو کر آ گئے اور ہمیں نارووال میں زرعی زمینیں الاٹ ہو گئیں تو خاندان کھکھ جوالا سنگھ نارووال منتقل ہو گیا۔

سوال: آپ فوج میں آفیسر رہے ہیں۔ کشمیر کی آزادی کے حوالے سے افواج پاکستان کے کردار کے بارے میں کچھ فرمائیں۔

جواب: شیخ صاحب۔۔۔۔۔ فوج کسی بھی۔ ملک کا اس کے دشمن کی طرف سے ممکنہ خطرے کے پیش نظر یا جارحیت سے اجتماعی شکل میں دفاع کرنے کا انتظامی بندوبست ہوتا ہے۔ اس بندوست کا نام مسلح افواج کی تشکیل اور تربیت ہے۔ مسلح افواج کا سب سے بڑا اور موثر ہتھیار ان کا نظریہ حیات اور نظریہ سیاست ہوتا ہے جس کے دفاع و تحفظ کی خاطر وہ اپنی جان سے بھی گزر جاتے ہیں۔ پاکستان کے عسکری دستے بھی اس آفاقی فارمولے کے تحت سروس میں شامل ہوتے ہیں۔ مگر

اپنے نظریہ حیات اور نظریہ سیاست کی بنیاد پر وہ دنیا بھر کی مسلح افواج سے مختلف ہیں۔اس کی وجہ ریاست پاکستان کا وجود میں آنا ھے جو ایک لمبے عرصے تک کی جانے والی سیاسی جدو جہد کے نتیجے میں معرض وجود میں آئی۔ تین صدیوں تک ہندوستان پر انگریزوں کی مسلط کردہ جابرانہ غلامی سے نجات کے لیے مسلمانوں نے بے شمار جانی اور مالی قربانیاں دیں۔آخر کارفطرت کے فیصلے "رات کے اندھیرے کو دن کی روشنی میں بدلتے ہیں اور دن کے اجالوں کو رات کے اندھیرے کمبلوں میں چھپا دیتے ہیں۔" کے مصداق ، برصغیر کے مسلمانوں کو آزادی نصیب ہوئی۔انگریزوں نے آل انڈیا کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے ساتھ طے کئے گئے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور خطہ کشمیر جسے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کا اختیار تھا کے برعکس اسے جبری اور غیر قانونی طور پر ہندوستان کے قبضے میں دھکیل دیا گیا۔یہ تھا انگریز عیسائیوں کا مسلمانوں کے خلاف بھڑکتا ہوا تعصب کا شعلہ جس نے کشمیریوں کی زندگی کو اجیرن بنا رکھا ہے۔کشمیر جل رہا ہے اور نہ جانے کب تک اس آگ میں جلنا ہوگا۔ پاکستان اور ہندوستان کی ریاستیں حالت جنگ میں ہیں۔اگر چہ تنازعہ کشمیر کا مقدمہ اقوام متحدہ کے زیر سماعت ہے مگر میری دانست میں، یہ۔ جنگ مستقبل قریب میں بھی ختم ہوتی نظر نہیں اتی۔ کیونکہ پاکستان اپنے اصولی موقف، " کشمیر ہمارا ہے" پر قائم ہے اور ہندوستان اپنی ڈھٹائی " کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ ہے" پر ڈٹا ہوا ہے۔

سوال :1947 سے لیے کر آج تک مسلہ کشمیر میں کوئی پیش رفت نہیں دیکھی گئی۔ ان حالات میں کشمیریوں کو کیا کرنا چاہیے۔

جواب: یہ بڑا خوفخوار سوال ہے جسے سن کر کشمیریوں کا خون کھولتا دل روتا اور ذہن پھٹنے لگتا ہے۔اس سوال کا جواب ایک ہی ہے(کیونکہ ہمارے پاس کوئی اور Options, متبادل راہ عمل نہیں ہے) کہ جدوجہدِ آزادی کو مسلسل جاری رکھا جائے۔ یہ البتہ زیادہ اہم ہے کہ اپنوں یا اغیار کے خلوص وخباثت کا

وقفے وقفے سے جائزہ لیتے رہیں کہ ہم کہیں راہ راست سے بھٹک نہ جائیں یا بہکا نہ دیئے جائیں۔۔ہمیں تدبر اور تحمل سے آگے بڑھنا ہے۔عزم وعمل میں پھسلنا نہیں ہے پچھتاوؤں سے احتیاط بہتر ثابت ہوتی ہے۔اگر چہ پچھتاووں کا کفارہ ہے مگر وہ بہت مہنگا پڑتا ہے۔ اپنے شہید مجاہدوں، کے کردار اور انجام کو نہ بھولیں۔کشمیر کی جنگ آزادی میں دنیا کے سارے حق پرست ہمارے ساتھ ہیں۔وہ مصلحتاً خاموش اور غیر متحرک سہی مگر وہ وقت کی دھارے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس دھارے میں شدت کشمیریوں نے ہی پیدا کرنا ہے۔انشاءاللہ فرمان الٰہیہ کے عین مطابق ہم ہی غالب ہوں گے کیوں کہ ہم حق وحقیقت کے نقیب اور طالب ہیں۔

خلیفہ عبدلملک کے زمانے میں جب حجاج بن یوسف نے مکہ کا محاصرہ کر لیا اور عظیم مجاہد عبداللہ بن زبیرؓ کے بہت سارے ساتھ ان کی حمایت سے دست کش ہو گئے تو وہ اپنی ضعیف العمر ماں حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا۔ماں نے کہا بیٹا اگر تو آپ اسے حق وباطل کا مقابلہ جان کر حق وسچ کے ساتھ ہو مجھے خوشی ہو گی اگر آپ لڑتے لڑتے اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤ مگر باطل کے آگے نہ جھکنا۔اور پھر ایسا ہی ہوا۔حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیرؓ کو پھانسی چڑھا دیا۔ان کی ماں کو معلوم ہوا تو حجاج بن یوسف کے پاس پہنچ کر کہا" اس شہہ سوار کا گھوڑے سے اترنے کا وقت نہیں ہوا"۔شرمندہ حجاج بن یوسف نے پھر شہید عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش ان کے حوالے کردی۔

سوال: کشمیر ابھی بھی محکوم ہے۔ بلکہ صورتحال 1947 سے بھی ابتر ہو چکی ہے۔

جواب۔۔۔۔۔۔۔۔ 1947 میں INDIA British (برطانوی ہندوستان) تقسیم اس معاہدہ کے تحت عمل میں آئی تھی جو حکومت برطانیہ، آل انڈیا کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے درمیان طے پایا تھا۔۔اس وقت برٹش انڈیا میں چھ سے زائد خودمختار ریاستیں تھیں۔ان ریاستوں کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ تقسیم ہند کے بعد وجود میں آنے والے دونوں ممالک، ہندوستان اور پاکستان میں سے اپنی مرضی سے کسی ایک ملک کے ساتھ الحاق کر لیں گی۔ مذکورہ تقسیم ہند کے ریاست جموں وکشمیر کو قانونی اختیار استعمال کرنے نہیں دیا گیا۔ اور کشمیر پر ہندوستانی مسلح افواج نے، غیر اخلاقی، غیر قانونی اور جابرانہ قبضہ کر لیا۔ان حالات کا دیانتدارانہ اور نظر عمیق سے تجزیہ کیا جائے تو نتیجہ اور حقیقت یہ سامنے آتی ہے کہ آزادی کشمیر کی جنگ، پاکستان اور ہندوستان کی جنگ ہے، جس کی وجہ ریاست جموں وکشمیر کو اس حق خود ارادی سے محروم رکھنا ہے جو اسے 1947 میں، برطانوی ہند کے تقسیم ہو جانے کے معاہدے کے مطابق حاصل تھا۔برطانوی حکومت نے جس طرح چالاکی اور بددیانتی سے تقسیم ہند کے نقشے میں من مانی لکیریں کھینچیں، ہندوستانی افواج کو کشمیر میں داخل کروا دیا عین اسی طرح بددیانتی اور شاطرانہ چال سے خود کو مسئلہ کشمیر سے بھی الگ کر لیا۔اصولاً اس جھگڑے کو جو ہندوستان اور پاکستان کے

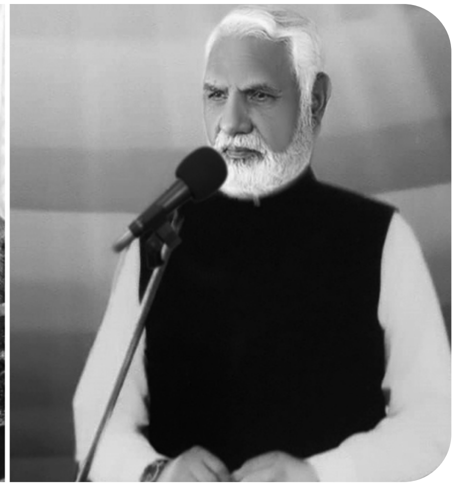

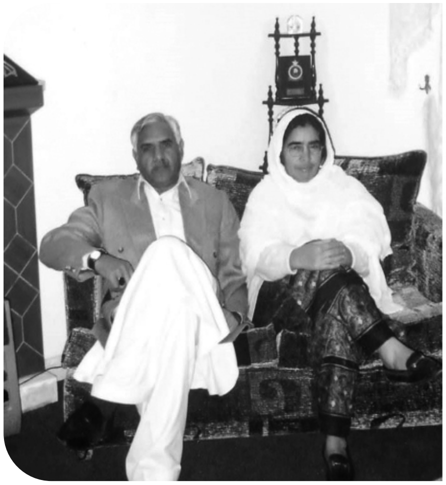

درمیان کھڑا ہو گیا تھا اسے برطانوی حکومت کو ہی حل کروانا چاہیے تھا۔ چونکہ دل میں بدنیتی تھی اور پھر ہندوستان کا گورنر جنرل بھی ماؤنٹ بیٹن ہی تھا وہ اس جھگڑے کو جان بوجھ کر اقوام متحدہ میں لے گیا۔ اقوام متحدہ میں برطانیہ کی اپنی حیثیت کی Say تھی، ہندوستان کو سارے ی اقوام متحدہ جانتی تھی۔ جب کہ پاکستان ایک نومولود بچہ کی طرح تھا جسے سفارتی سطح پر اس قدر پذیرائی اور سپورٹ دستیاب نہیں تھی۔ لہٰذا معاملہ لٹکا دیا گیا۔

مسلہ کشمیر کیسی بھی شکل اختیار کر جائے، ہمیں اپنے موقف پر قائم رہ کر دنیا کو باور کرواتے رہنا ہے کہ ہماری آزادی ہندوستان کے ہاتھوں یرغمال بنی ہوئی ہے۔ ہماری شناخت مٹانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ہماری نسلوں کا مستقبل قتل کیا جا رہا ہے ہمیں قوموں کی برادری سے انصاف کی امید ہے۔ اقوام متحدہ کی عدالت انصاف کے وسیلے سے ہمیں ہماری آزادی واپس دلوائی جائے۔ ان مطالبات کو منوانے کے لیے کشمیریوں کو اپنا قومی اتحاد جسے مزید مضبوط تر کرنے کی ضرورت ہے اس پر مناسب توجہ دے کر اور وسیع و موثر بنانا چاہیے۔

سوال: پاکستان مسلہ کشمیر کا بنیادی فریق ہے۔ اس مسلے کے حل کے لیے اسے کیا کرنا چاہیے۔

جواب: میں نے عرض کیا ہے نا کہ پاکستان اہم فریق ہی نہیں بلکہ فریق ہی پاکستان ہے۔ فیصلہ چونکہ کشمیر کا ہونا ہے اس لیے جہاں بھی ریاست کشمیر کے بارے بات ہو وہاں کشمیریوں کی نمائندگی لازمی ہے۔ کشمیریوں کو الگ رکھ کر یا مائنس Minus کر کے مسلہ کشمیر کا حل تلاش کرنے کی ہر کوشش غیر فطری اور ناپائیدار ثابت ہوگی۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اپنے مسائل اور انہیں حل کرنے کی ریاستی ترجیحات اپنی جگہ اہم سہی مگر پاکستان کے سارے مسائل کہ وجہ ہی جب مسلہ کشمیر ہے اسے کس طرح Sideline کیا جا سکتا ہے۔ اسے حل کرنے کے لیے کشمیریوں کے قائدین میں موجودہ لائحہ عمل پر اختلافات کو ختم کیا جائے۔ آزادی کی کوششوں کو موثر اور کامیاب کرنے کے لیے ان کی یکجہتی اور ہم آہنگی بہت ضروری ہے۔ میں سمجھتا ہوں گو اس اتحاد کا حصول معمولی نظر آتا ہے مگر یہ ریت میں شامل بکھرے ہوئے سونے کے ذرات کو اکٹھا کرنے کے مترادف ہے۔ اس جانب توجہ مرکوز کرنا اور عملی اقدامات کرنا The earlier the better والا کام ہونا چاہیے۔

میری دانست میں پاکستان کے وزارت خارجہ سے چند سینیئر آفیسرز اور کشمیری قائدین سے چند کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جو اندرون ملک اور بیرون ملک سفارت خانوں میں سفیروں سے ملاقات کریں انہیں مکمل بریفنگ دیں جن کا باالضابطہ ریکارڈ رکھا جائے۔ مزید یہ کہ آزاد جموں وکشمیر میں پاکستانی سیاسی پارٹیوں کی تشکیل بند کی جائے۔ ان پارٹیوں نے کشمیریوں کو سیاسی وابستگیوں میں بانٹ کر کشمیر کاز کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ عقل کے غلام نجی سطح پر ٹھوکریں کھانے اور نقصانات اٹھانے کے بعد سدھر سکتے ہیں۔ اجتماعی معاملات میں مگر ایسے غلام اگر پھسل جائیں تو سر کٹے لڑھکتے پتیوں میں گرتے ہیں۔ سیاست کے میدان میں تو پسپائی ویسے ہی پیام مرگ ہوتا ہے۔

سوال: کشمیری ہونے کی حیثیت سے کشمیریوں کو کیا مشورہ دیں گے۔

جواب: شیخ صاحب ادھار مانگی ہوئی دولت سے کام چل سکتا، مانگی ہوئی طاقت سے خطرہ ٹل سکتا ہے مگر کسی بھی مسلے کا حل صرف اپنی عقل سے حل ہوتا ہے۔ قوموں کے معاملات کو گرفت میں محفوظ رکھنے کے لیے اجتماعی شعوری اتحاد لازمی عنصر ہوتا ہے۔ ہلکا سا بھی اختلاف منزل کھوٹی کر دیتا ہے۔ کشمیریوں کو میری دانست میں مسئلہ کشمیر کے حل کرنے اور جنگ آزادی کو کامیاب کرنے کے لیے ماضی میں کی گئی کوششوں اور قربانیوں کا بڑے ہی تحمل اور غیر جذباتی انداز میں جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ہم نے خود بہت ساری غلطیاں کیں اور بہت ساری غلطیاں ہم سے کروائی گئیں، کیونکہ ہماری قیادت فدویانہ رہی ہے، تحریکیں کوتاہ بین قائدین کامیاب نہیں کرواتے۔ یہ مرتبہ صرف صاحب کردار اور کرشماتی شخصیت کا حق ہے۔ آپ کو معلوم ہے قائداعظم محمد علی جناح نے شیخ عبداللہ کو ہندوستان کی سیاسی قیادت کی چانکیہ ڈاکٹرائن کے زیر اثر سیاست کی ساری سفاکیاں گن گن کر بتائی تھیں۔ نہرو، پٹیل اور دیگر ہندوؤں کے کشمیر کے متعلق مستقبل کے منصوبوں کا بھی بتایا تھا۔ شیخ عبداللہ مگر نہرو اور پٹیل کی مہذب تابعداری میں اندھا ہو چکا تھا۔ لہٰذا مدبرانہ اور صحتمند فیصلہ کرنے کی بجائے عارضی مفادات پر اکتفا کر کے کشمیریوں کے ساتھ ظلم کی راہیں ہموار کر گیا۔ 1947 میں پاکستان بن جانے کے بعد قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنے سیکریٹری خورشید حسن خورشید کو سرینگر خصوصی پیغام دے کر بھیجا تھا۔ شیخ صاحب نے الٹا اسے نہرو حکومت سے گرفتار کروا دیا۔ خورشید حسن بے چارہ ستمبر 1948 میں اپنے لیڈر کے جنازے میں بھی شامل نہ ہو سکا، کیونکہ وہ تب کشمیر میں قید تھا۔ وقت نے کشمیریوں سے بہت کچھ چھین لیا ہے، جن میں سب سے اول، اہم اور بڑی دولت و طاقت کشمیری لیڈروں کا ہم آواز ہونا تھا۔ اب اس جوش و خروش میں کمی بھی

ہوئی ہے اور ہلکا سا اختلافی انتشار بھی ہے۔مقبوضہ کشمیر میں کشمیریوں پر دہلی حکومت کے ہاتھوں ظلم وتشدد اور بے رحمانہ سلوک کا شکار کشمیری نئی نسل غم وغصّے سے ابل رہی ہے۔انہیں لڑنے کے لیے وسائل کے ساتھ ساتھ دلیر و دیانتدار قیادت کی کمی کا بھی سامنا ہے۔آزاد جموں وکشمیر میں بھی کشمیری قیادت کو آزادی کشمیر پر اختیار کردہ رویوں پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔انہیں آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے قائدین میں مضبوط اور مؤثر رابطوں کے بحال کرنے پر توجہ دینا چاہیے۔ فی الحال یہ رابطے نہ ہونے کے برابر ہیں۔ان میں علاقائی اور برادری سطح کی شناخت کے رجحان کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔یہ بڑا نقصان دہ رجحان ہے۔ ہمارا دشمن ہمیں اور پتلا اور کمزور کر کے مارے گا۔کشمیر کی آزادی کے اعتبار سے کشمیری صرف کشمیری ہے اس کی اور کوئی برادری نہیں۔سانپ تب تک سانپ ہوتا ہے جب تک اس میں زہریلا ڈنک رہتا ہے جب وہ وصف چھن جائے تو پھر سانپ مداری کے پیٹ بھرنے کا وسیلہ بن کر پٹاری میں بند ہو جاتا ہے، جسے بچے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور مٹھی آٹا خیرات میں مداری کی جھولی میں ڈالتے ہیں۔کشمیریوں کو اپنی غیرت ملت اور نظریہ حیات کو دنیا کے منصفوں کے ہاتھوں لٹنے نہیں دینا چاہیے۔

سوال: آپ پاکستانی حکمرانوں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔

جواب: حکومتوں کے مسائل اور وسائل کو حکومتیں بہتر جانتی ہیں۔وہ حالات اور اپنی بساط کے مطابق اندرونی اور بیرونی مسائل پر فیصلے کرتی ہیں۔ چونکہ پاکستان کے بین الاقوامی معاملات اور دیگر بہت سارے مسائل کا پس منظر ہے ہی مسئلہ کشمیر، اس لیے اسے ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔وزارت خارجہ کا کام ہی یہ ہے اسے ٹاسک دیا جائے کہ وہ پیپرز تیار کرے۔پاکستان حکومت کو مسئلہ کشمیر پر اس پہلو پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے جو پالیسی رہی ہے وہ کہاں تک کامیاب رہی، کہاں کہاں ناکام ہوئی اور اس ناکامی کی وجوہات کیا تھیں۔جو جو کوششیں اور اقدامات کئے گئے کیا ان پر نظر ثانی کی ضرورت تو نہیں۔پاکستان کو خطے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں، Development بالخصوص ہندوتا کی کشمیر میں بڑھتی ہوئی مداخلت اور جارحیت کے پیش نظر، سابق وزیراعظم عمران خان والا مضبوط موقف اپنا کر اقوام متحدہ کو قائل کرنا پڑے گا کہ پاکستان اور ہندوستان دونوں ایٹمی مما لک ہیں۔ ان میں پایا جانے والا 77 سالہ پرانا مسئلہ کشمیر انتہائی حساس ہو چلا ہے۔۔اس سچائی کو بڑی نفیس سفارتی زبان میں دنیا بھر میں پھیلایا جائے کہ اقوام متحدہ کی خاموشی۔کہیں دنیا والوں کے لیے لامحدود پچھتاوؤں کا سبب نہ بن جائے۔۔

سوال: کشمیر میں ہندواتا کی فورسز نے قبضہ جما رکھا ہے۔کیا ایسے حالات میں مسلہ کشمیر حل ہو سکے گا۔

جواب: شیخ صاحب! دنیا میں انسان کا پیدا کردہ کوئی ایسا مسئلہ، بگاڑ، یا غلطی نہیں ہے جس کا حل ممکن نہ ہو۔۔مسلہ کشمیر کا حل مشروط ہے جو پاکستان اور کشمیریوں کی مشترکہ کوششوں سے بندھا ہوا ہے۔ان کوششوں میں جتنا زیادہ اخلاصِ اور تسلسل برقرار رکھا جائے گا اسی مناسبت سے اس میں تیزی آئے گی۔ جیسا عرض کیا ہے کہ مسئلہ کشمیر ہمارے سارے مسائل کی ماں ہے۔یہ حقیقت آج بھی اسی تفصیل،اور موثر انداز میں اقوام متحدہ کے فورم پر پیش کرنے کی ضرورت ہے جس طرح ہندوستان کے اقوام متحدہ میں مقدمہ لے جانے پر پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ظفراللہ خان نے جواب دعویٰ میں تقریر کی تھی۔صاف لفظوں میں مسلہ کشمیر کے حل کے لیے WE Have To Redouble Our Struggle ۔مسئلہ کشمیر کو پاکستان اور ہندوستان کے باہمی مذاکرات سے حل کرنے کے فریب (Lolly pop) کو سختی سے مسترد کرنے کی ضرورت ہے۔۔افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلہ کشمیر ہماری خودفریبیوں سے اور اغیار کی چالاکیوں سے پیچیدہ ہوا۔بقول کسے! جوا سیٹھ کھیلتا ہے، ریس جوکی دوڑاتا ہے، چابک گھوڑے کو پڑتے ہیں، روندی گھاس جاتی ہے۔پیسہ عیاشیوں پر خرچ ہوتا ہے، تالیاں۔بیوقوف تماشائی بجاتے ہیں۔

کشمیرالیوم کے لیے پیغام۔

میں سمجھتا ہوں کہ ماہنامہ کشمیرالیوم کشمیریوں کی جنگ آزادی میں قلمی جہادی کی شکل میں شاملِ ہے۔اس جریدے کے ایڈیٹوریل بورڈ کی صحافتی کوششوں کو سراہتا اور مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔میں ذاتی طور پر بھی کشمیرالیوم کا مشکور ہوں کہ وہ میرے مضامین کو پذیرائی بخشتے ہیں۔قارئین سے گزارش کرتا ہوں کہ ماہنامہ کشمیرالیوم کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں تا کہ وہ مسئلہ کشمیر اور کشمیریوں کی موجودہ حالت زار سے آگاہ رہیں۔مجھے اس بات پر شرح صدر حاصل ہے کہ تحریک آزادی کشمیر سے دغا و دھوکا کرنے والوں کو اللہ نے اسی دنیا میں بے توقیر کر کے مارا ہے۔اور میرے خیال میں تحریک آزادی کشمیر کے راہبروں کے پاس کامیابی اور فلاح کا ایک ہی راستہ Option بچا ہے کہ عقل کے غلام کھیتوں میں اب دل کے رفیق ضمیر کی فصلیں کاشت کی جائیں، ضمیر کو بے ضمیروں کے ہاں بطور سوغات بھیجا جائے تا کہ وہ ہماری مدد کر کے مقبوضہ کشمیر کو آزاد کروائیں۔مجاہدین آزادی کو یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے۔کہ دنیا میں مہنگی ترین شے " آزادی" ہے جسے حاصل کرنے کے لیے انسان اپنی جان بھی دے دیتے ہیں۔ اللہ کے حضور دعا گو ہیں حسبی اللہ لا الہ الا اللہ ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم

سانپ تب تک سانپ ہوتا ہے جب تک اس میں زہریلا ڈنک رہتا ہے جب وہ وصف چھن جائے تو پھر سانپ مداری کے پیٹ بھرنے کا وسیلہ بن کر پٹاری میں بند ہو جاتا ہے، جسے بچے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور مٹھی آٹا خیرات میں مداری کی جھولی میں ڈالتے ہیں۔کشمیریوں کو اپنی غیرت ملت اور نظریہ حیات کو دنیا کے منصفوں کے ہاتھوں لٹنے نہیں دینا چاہیے

مت سمجھو ہم نے بھلا دیا!!!

شہید شارق احمد تانترے المعروف جعفر طیارہ شہید

اویس بلال

تحریک آزادی کشمیر کا آغاز 1931ء میں ڈوگرہ راج کے خلاف عوامی جدوجہد سے ہوا، اس کے بعد 1947ء میں قیام پاکستان کے وقت جب انگریزوں اور ہندوؤں انتہا پسندوں نے ڈوگرہ راج سے مل کر جموں وکشمیر کا الحاق زبردستی بھارت کے ساتھ کرنا چاہا، تو یہ تحریک ایک نئے مرحلے میں داخل ہوگئی ، بھارت نے اکتوبر 1947ء میں اپنی فوجیں ریاست جموں و کشمیر میں داخل کردیں اور ریاست جموں وکشمیر پر قبضہ کرلیا ، جس کے بعد سے آج تک عیار و مکار ہندوؤں انتہا پسندوں کی زبان پر ایک ہی جملہ ہے کہ، جموں وکشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے ، ،کئی دفعہ مذاکرات ہوئے بھارت نے اقوام متحدہ میں جموں وکشمیر میں حق خود ارادی دینے کا وعدہ کیا مگر بعد میں صاف مکر گیا، بالآخر مقبوضہ جموں وکشمیر کے جوانوں نے ہتھیار اٹھائے اور آزادی چھیننے کے لئے بھارت کی دس لاکھ فوج سے نبرد آزما ہوئے اور اسوقت تک جہاد کرتے رہیں گے جب تک جموں وکشمیر پر آزادی کا سورج طلوع نہیں ہوجاتا۔13 جولائی 1931ء کے دن وادی کشمیر کے بائیس فرزندان توحید کی قربانیاں ماہ اکتوبر اور نومبر 1947ء میں جموں کے تین لاکھ شہداء کی قربانیاں 1965ء میں ریاسی اودھم پور راجوری پونچھ کے ہزاروں لوگوں کی قربانیاں اور رواں تحریک آزادی میں ایک لاکھ سے زائد کشمیری نوجوانوں بزرگوں، ماؤں، بہنوں اور بچوں کی قربانیاں اس بات کی علامت اور دلیل ہے کہ ریاست جموں وکشمیر کے باشندے کسی بھی صورت بھارت کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے ، بھارت اگر اس سے بھی زیادہ زور کیوں نہ لگا لے اسے بہرحال شکست ہی کا سامنا کرنا پڑے گا، اس لیے کہ بھارت ایک جابر، ظالم اور فسطائی قوت ہے جس نے محض طاقت اور تکبر کی بنیاد پر جموں وکشمیر پر قبضہ جمایا اور دنیا کی کوئی بھی طاقت بھارت کے اس جبری قبضے کو تسلیم کرنے سے صاف انکاری ہے لیکن اس سب کے باوجود بھارت ریاست جموں و کشمیر سے اپنا غاصبانہ قبضہ جاری رکھنا چاہتا ہے جسے کشمیری کسی بھی صورت میں تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے نہ ہیں اور نہ ہوں گے انشاء اللہ۔

بھارت کو اب نوشتہ دیوار اب پڑھ لینا چاہیے کہ جو قوم اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو، اسے شکست دینا کسی کے بس کی بات نہیں ہوگی۔ حزب المجاہدین کے معروف کمانڈر جعفر طیارہ عسکریت کے ہر پہلو کے ماہر

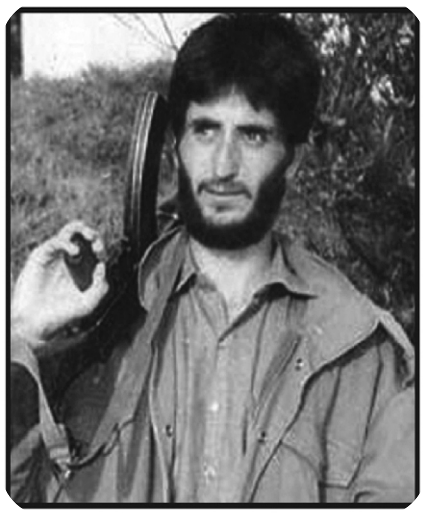

تھے۔قوموں کی تاریخیں ان جری نوجوانوں کے خون سے رقم ہوتی ہیں جو زمانے کا رخ موڑ دینے کا عزم اور حوصلہ رکھتے ہیں ،کشمیر کی وادیوں میں رقم ہونے والی تاریخ ایسے ہی بلند حوصلہ نوجوانوں کی داستان ہے، آج احیائے اسلام کے لئے تن من دھن وقف کرنے کی ریت قایم کرنے کا سہرا ان کے سر ہے جنھوں نے اپنے خون ہڈیوں اور گوشت سے اس عمارت کی از سر نو تعمیر کی ہے، امت کے دور زوال میں ایسے نوجوانوں کا وجود معجزے کا درجہ رکھتا ہے اور یہ معجزہ امت کی نشاۃ ثانیہ کی نوید ہے۔ قومیں اپنی تاریخ کو رقم کرنا فرض گردانتی ہیں تاکہ آنے والی نسلیں ان اقدار کی پاسبان ہوں جن کی خاطر ان کے بہادر سپوتوں نے جان کے نذرانے پیش کئے۔ نئی نسلوں کے کردار کی بہترین تعمیر ان کے راہنماؤں کی زندگیوں کی داستان سنائے بغیر ممکن نہیں ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے ہمیں یہی راہنمائی ملتی ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طرزِ عمل اسی روش کی پابندی سکھاتا ہے۔

یہ زندہ کردار ہمارے ماحول سے جتنا قریب ہوں گے اور ہمارے زمانے سے ان کا تعلق جتنا گہرا ہوگا اسی قدر دلوں پر ان کے اثرات بھی گہرے ہوں گے یہ زندہ کردار پوری قوت سے آہنی عظمت کی داستان بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں، ان میں سے ہر نوجوان تمہارے ہی معاشرے کا ایک فرد تھا تمہارے ہی جیسے ماحول میں اسکی پرورش ہوئی پھر بالآخر یہی تم سے بازی لے کر منزل پر جا پہنچا۔ آخر تمہیں اس کے نقش پا کی پیروی کرنے میں کیا امر مانع ہے؟ فیصل آباد کے ایک عظیم ساتھی ابوسحر مجاہدین کے غم گسار کہتے ہیں ،عہد نو میں وادی کشمیر کے مرغزاروں سے پیر پنجال کی بلندیوں تک ڈوڈہ کشتواڑ کے برف پوش کہساروں سے لے کر کٹھوعہ کی بستیوں تک قابض بھارتی افواج کے خلاف اعلاے کلمۃ اللہ کی سربلندی اور وطن عزیز کی آزادی، قوم کے وقار کیلئے ہزاروں فرزندان توحید نے میدانِ کارزار میں جانیں نچھاور کی ہیں اور تا حال جنگ آزادی میں دیوانہ وار دشمنان اسلام کا قوت ایمانی کے بل بوتے پر مقابلہ کر رہے ہیں ۔مقبوضہ جموں وکشمیر کا قریہ قریہ ،نگر نگر خون شہیداں سے رنگین ہے، ہزاروں شہدائے کرام کے پرنور قافلے میں بانہال کے شارق احمد تانترے المعروف جعفر طیارہ شہید کا نام بھی سرفہرست نظر آتا ہے، شارق احمد تانترے کا گھرانہ تحریک اسلامی سے وابستہ ہے۔شہیدؒ صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا۔ جذبہ جہاد جعفر طیارہ کو ورثے میں ملا تھا۔لہٰذا دشمن کی غارت گری، سفاکیت نے نوعمری میں ہی جعفر طیارہ کو جہادی کارواں کا انتھک راہی بنایا اور وہ حزب المجاہدین میں شامل ہوگئے ۔حزب المجاہدین کی طرف سے ان کو جعفر طیارہ کا نام ملا اور وہ اعلیٰ عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد میدان جہاد میں جارح دشمن کے خلاف معرکہ آرا ہوئے۔ بارودی دھماکوں میں ان کو خصوصی مہارت حاصل تھی اور قلیل مدت میں انہوں نے بانہال جموں ہائی وے پر قابض بھارتی فوج پر کمر توڑ بارودی حملے کرکے اپنی صلاحیتوں کو منوایا۔ (بقیہ صفحہ:28 پر)

اللہ رحم فرمائے

عادل وانی

سال1988ء سے2023ء تک جموں وکشمیر کی تیس پینتیس سالہ تاریخ خونچکاں کو ہمیں ایک خاص ''سبق'' کے طور پر دیکھنے، پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے تا کہ ہم کسی بھی ایسی مبہم پالیسی سے بچ سکیں، جس سے ہمیں اور اور ہماری جدوجہد کو مزید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ مجھے یہ اعتراف ہے کہ پاکستان نے تحریکِ آزادی کشمیر کی کامیابی کے لئے ایک نہیں بلکہ سوجتن کئے اور پوری جانب دار دنیا کی ناراضگی بھی مول لی۔ اپنی تمام تر معاشی، سیاسی، سفارتی مشکلات اور افراتفری کے باوجود پاکستان نے جموں وکشمیر کی تحریکِ آزادی کو ہر قیمت پر جاری رکھتے ہوئے اُسے نتیجہ خیز بنانے کے لئے اپنی حیثیت سے بڑھ کر اقدامات بھی کئے مگر شومئی قسمت کہ ان تمام تر کوششوں کے باوجود یہ لڑائی آہستہ آہستہ ایک دلدل میں تبدیل ہوتی رہی اور ہم سب بُری طرح اس دلدل میں دھنستے چلے گئے اور آج اس پینتیس سالہ لڑائی کے بعد اب جبکہ ہمارے ناتواں اور نافہم کندھوں پر لاکھوں لوگوں کے جنازوں، ہزاروں ماوں، بہنوں اور بیٹیوں کی تار تار عصمتوں اور عربوں ہا روپوں کی مسمار و خاکستر جائیدادوں کا ہمالیائی بوجھ موجود ہے تو ہم تمام تر جبر اور مشکلات کے باوجود بھی ان مقدس اور لازوال قربانیوں سے غیر متعلق ہرگز اور ہرگز نہیں ہو سکتے!

ہم پوری دیانت، امانت، سچائی بلکہ فخر کے ساتھ ان ساری قربانیوں کا ''خود'' کو ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ ہم الحمد للہ آج بھی پاکستان کے حوالے سے اتنی اعلیٰ ظرفی، سمجھ داری اور خیر خواہی پر یقین رکھتے ہیں کہ تمام تر ناخوبیوں کے بتدریج خوب ہونے کے باوجود بھی ہم پُر امید ہیں کہ ''یہ وقت بھی گزر جائیگا'' اور دوبارہ وہی محبتوں اور رفاقتوں کی فراوانی کے پھول ہر سُو مہک اُٹھیں گے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو مگر مجھے ڈر ہے کہ اگر خدانخواستہ یہ محبتوں اور رفاقتوں کے سارے انداز ے دوبارہ کبھی اُستوار ہی نہ ہوئے تو پھر کیا ہوگا؟ تاریخ کا نچوڑ یہ ہے کہ مشکل اور فیصلہ کُن مرحلوں پر ساتھ نبھانے والے ہی محبتوں اور رفاقتوں کا حق ادا کر پاتے ہیں جبکہ جو تعلق اور محبت حالات کی سنگینی اور موافقت کے ساتھ ساتھ اپنا رُخ اور انداز تبدیل کرنے کا مجرمانہ عادی ہو اُس محبت اور تعلق کے لئے اپنا سب کچھ داو پر لگانا بلکہ تج دینا میرے نزدیک بیوقوفی، حماقت اور ناسمجھی ہے۔

میری گذشتہ تیس سالوں سے مسلسل یہ کوشش رہی ہے کہ اس تحریک کے حوالے ایک ایک لفظ کو ناپ تول کر لکھا جائے تاکہ مجھ پر کبھی کسی قلمی خیانت کے قبیح ارتکاب کا بھاری الزام

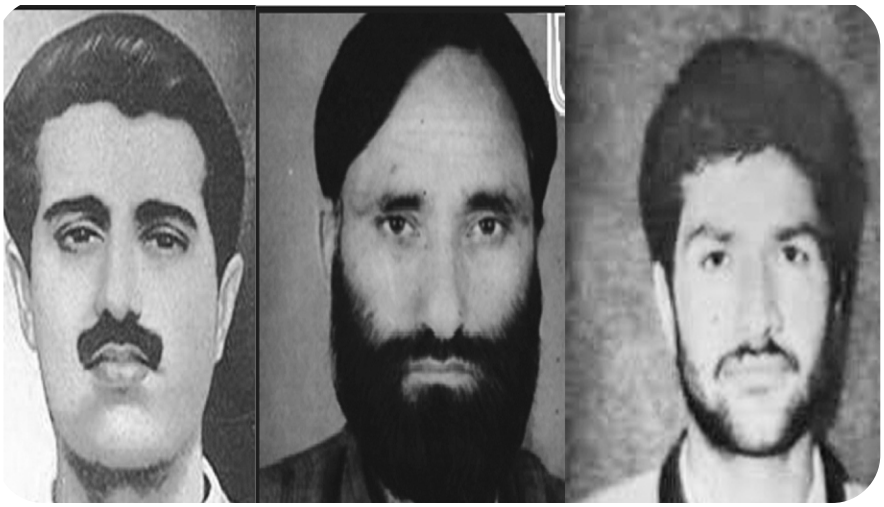

لگانے کی ہمت نہ ہو مگر مجھے آج یہ اعتراف کر لینے دیجیے کہ ہم بھی یک طرفہ محبت کی بھینٹ چڑھتے ہوئے سیاہ کو سفید لکھنے کے جُرم کا بار بار ارتکاب کرتے رہے۔ اس ''محبت'' کے کم بخت نشے کا اثر ہی کچھ ایسا ہے کہ چنگے بھلے اور سمجھدار انسان کی بھی ''مت'' مار دیتا ہے بہرحال آپ نشے میں ہوں یا غصے میں آپ اپنے فیصلوں اور عمل کا وبال دوسروں پر نہیں ڈال سکتے۔

آیئے آج ہم اس نشے اور غصے کو ایک طرف رکھ کر تاریخ کے معتبر اور تلخ ''حقائق'' پر ایک غیر جانب دار نظر ڈالنے کی ہمت کرتے ہیں۔ مرحوم شیخ عبداللہ کی سبز رومال اور نمک کی ڈھلی سے لیکر مردِ قلندر، مردِ درویش اور مردِ آہن تحریکِ آزادی کے امام سید علی گیلانیؒ کے ''ہم پاکستانی ہیں پاکستان ہمارا ہے'' کے نعرہ تک کشمیری قوم نے کیا کیا خواب نہ دیکھے اور کس طرح ان خوابوں میں اپنے خونِ جگر سے رنگ بھرتے رہے مگر نتیجہ کیا نکلا شیخ عبداللہ مرحوم نے بیس بائیس سالہ قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے بعد اس یک طرفہ اور عارضی محبت سے ''توبہ'' کی اور بھارت کو اپنا مائی باپ تسلیم کیا جبکہ امامِ تحریک آزادی سید علی گیلانی بسترِ مرگ پر کلمہ پاکستان کا ورد کلمہ توحید کے مترادف کے طور پر کرتے رہے۔ میں سید گیلانیؒ کے اس بے لوث، بے مثل اور اٹل محبت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہوئے اُنہیں یہ پیغام پہنچانے کا متمنی ہوں کہ گیلانی صاحب آج آپ کی تحریک دم توڑ رہی ہے، اب آپ کا نعرہ اجنبی ہوتا جا رہا ہے، اب مصلحت اور خوف کی کالی چادریں ہر جگہ تان دی گئی ہیں، اب آپ کے عشق کے کعبے میں ہم اپنی ذات کے بُت لات، منات اور ہُبل سجا چکے ہیں۔ ہم معذرت خواہ ہیں کہ ہم سب دل سے شیخ عبداللہ پر دوبارہ ایمان لا چکے ہیں اور صرف زبان کی حد تک وہ بھی کبھی کبھار آپ کے ''پاکستان'' کو یاد کرتے ہیں۔ ہمیں نفسا نفسی اور دنیا پرستی نے بہت خود غرض بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ وہ تحریکی اخوت اور تحریکی آبیاری اب قصہ پارینہ ہوتی جا رہی ہے۔ گیلانی صاحب ویسے مجھ ناچیز کو بھی آپ سے ایک شکایت ہے وہ یہ کہ آپ اتنے جہاں دیدہ، فرد شناس، قوم شناس اور باصیرت قائد تھے مگر آپ پھر بھی افراد و اقوام کی ''شناس'' میں چونک کیسے گئے! کیسے آپ سادہ پانی کو ''زمزم'' کی طرح سمجھتے رہے!

بلا شبہ اعمال کا دارومدار ''نیت'' پر ہی منتج ہوا کرتا ہے۔ آپ کامیاب اور سرخرو ٹھہرے ہیں۔ آپ نے اپنا کام پوری

دیانت، امانت اور ہمالیائی عزم کے ساتھ سرانجام دیا ہے۔آپ آخری سانس تک عظمتوں اور محبتوں کے علمبردار رہے ہیں۔آپ نے محبت اور خیر خواہی کی وہ مثال قائم کردی ہے کہ جسے طائف اور کربلا کی تاریخ کی خوشبو تادیر آتی رہے گی اور عقل والوں کے لئے یہ خوشبو سُرمہ حیات ہوسکتی ہے اور ہونی چاہیے۔

گیلانی صاحب میری نیندیں اس خوف نے حرام کردی ہوئی ہیں اور اس بے خوابی کی وجہ سے اب میرے جسم کی توانائیاں تقریباً ختم ہوچکی ہے۔یہ خوف اتنا بڑا اور بھاری ہے کہ میرا ناتواں وجود اسے برداشت نہیں کرپا رہا۔اس خوف کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ یہ مجھے جیتے جی مار کر ہی رہے گا۔کاش کوئی میرے اس خوف اور وسوسے کو دُور کرتا، کاش کوئی آپ کا جانشین مجھے سمجھا لیتا اور کہتا کہ میرا یہ خوف بس ایک وہم ہے اس خوف کا حقیقت اور منطق سے کوئی دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔گیلانی صاحب آپ تو جان گئے ہونگے کہ میرا خوف کیا ہے چلئے عام قارئین کے لئے اب اس راز اور خوف کو سینے پر پتھر رکھ کر طشت ازبام کردیتے ہیں۔

’’گیلانی صاحب میرا خوف یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ ہم اور ہماری قوم نے شیخ عبداللہ کے توبہ کو آپ کی استقامت پر مقدم رکھا تو کیا ہوگا! ہمارے لئے وہ دن ’’قیامت‘‘ سے بھی زیادہ بھاری ہوگا اور ہم اُس دن زمین کے پیٹ کو اپنے لئے اُس کی پیٹھ سے بہتر سمجھیں گے۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ: 22 کشمیری خواتین کے گم شدہ خواب)

ممتازہ کے والد نے ایک بار بتایا تھا کہ اس کے لیے انصاف کی تلاش کبھی ختم نہیں ہوگی وہ اپنی بیٹی کو زندہ یا مردہ دیکھنا چاہتا تھا۔بیٹی کے بھارتی فوجی اہلکاروں کے ہاتھوں اغوا کے چند ماہ بعد کیس کو جموں وکشمیر اسٹیٹ ہیومن رائٹس کمیشن ((جے کے ایس ایچ آرسی) سری نگر کے پاس لے گیا، جہاں چند سماعتوں کے بعد کمیشن کا چیئرمین تبدیل ہوگیا، کیس کو روک دیا گیا۔اس کے کچھ مدت بعد وہ کرائم برانچ، جموں پہنچا دیا گیا، جہاں کرائم برانچ کے ایک آفیسر نے اسے دوبارہ گواہوں کے ساتھ آنے کو کہا۔غلام محمد بٹ کو مقدمہ کی پیروی کے لیے اور جموں اور سری نگر کے سفر کے لیے پیسوں کا انتظام اپنی بکریاں بیچ کر کرنا پڑا۔غلام محمد کا کہنا تھا کہ میرا سوال صرف یہ تھا کہ میں صرف یہ بھی سننا چاہتا تھا کہ میری بیٹی مرگئی ہے یا زندہ؟

2020 میں میری غلام محمد بٹ سے آخری بار بات ہوئی، اُنہوں نے پہلے کی طرح اسی بات کو دہرایا کہ اسے بتایا جائے کہ اس کی بیٹی کس حال میں ہے۔زندہ ہے یا اس دنیا سے چلی گئی ہے۔اُن کا کہنا تھا کہ ممتازہ کے بہن بھائی اور والدہ کو اب بھی یقین ہے کہ ممتازہ اب بھی زندہ ہے، لیکن مجھے سب سے زیادہ خوف ہے اور میں جانتا ہوں کہ انہوں نے گرفتاری کے فوراً۔ بعد اسے مار ڈالا ہے کیوں کہ انہوں نے مجھے نوکری اور چھ لاکھ کی آفر جو کی تھی اس کے پیچھے یہی کہانی چھپی ہوگی لیکن میں نے ان کی طرف سے بیٹی کے خون کا سودا قبول نہیں کیا۔میں ہمیشہ کی طرح اب بھی یہی چاہتا ہوں کہ اگر وہ مر چکی ہے تو وہ مجھے اس کی قبر دکھائیں، تاکہ میں اپنے آپ کو یقین دلاسکوں کہ میری بیٹی کسی جگہ زمین کے نیچے قبر میں ہے۔اور اگر زندہ ہے تو اسے ہمارے پاس واپس لائیں۔

2017 میں پہلی بار جب ایک معروف صحافی راقب حمید نائیک نے ان کے گھر جاکر ممتازہ کی بلیک وائٹ ایک تصویر کے ساتھ ان کے والد غلام محمد بٹ جو اب مرحوم ہیں حاصل کی اور اسے ہفتہ روزہ اخبار''صدائے کوہسار'' میں شائع کیا اور اس واقعے کو تفصیل سے لکھا تو تب جاکر انٹرنیٹ کی دنیا میں یہ واقعہ منظر عام پر آیا۔کاستی گڑھ کا ہر فرد بھارتی فوج اور SOG اہلکاروں کی بے رحمی کی اس داستان سے واقف تو تھا لیکن اسے دنیا تک پہچانے سے قاصر تھا۔ 2020 میں 91 برس کی عمر میں غلام محمد بٹ انتقال کرگئے۔اُس کے آخری الفاظ میرے کانوں میں آج بھی گونج رہے ہیں کہ مجھے اللہ نے لمبی عمر اس لئے عطا کی تاکہ میں اپنی بیٹی کیلئے انصاف کیلئے آواز بلند کروں۔یہ داستان صرف مقبوضہ جموں وکشمیر کی صرف ایک بیٹی کی ہے جس میں بھارتی فوج کا اصل چہرہ دکھائی دے رہا ہے۔مقبوضہ جموں وکشمیر کے طول وعرض میں ہزاروں خواتین ایسی بھی ہیں جن پر قیامتیں ڈھائی گئیں، مقبوضہ جموں وکشمیر کے ہر گھر کی ایک داستان ستم ہے۔بحثیت انسان ہماری ذمہ داری ہے، ہم پر فرض ہے بھارتی مظالم سے اُن کو نجات دلانا۔ انسانیت کیلئے آواز بلند کرنا، زندہ قومیں اپنے اوپر ہونے والے مظالم کبھی نہیں بھلاسکتیں۔ بھارتی ریاستی پالیسی کے تحت خواتین پر ہر طرح کا جسمانی وذہنی نفسیاتی تشدد کیا جاتا ہے۔وہ ایک بیوہ کی زندگی گزارتی ہیں، اُن کو ہاف وڈوز، ہاف مدر کے نام سے دنیا جانتی ہے۔ دنیا میں عورتوں کے حقوق کے کئی قوانین ہیں لیکن مقبوضہ جموں وکشمیر کی خواتین کے حوالے سے خاموشی۔۔۔ یہ انسانیت کی تزلیل ہے۔دنیا میں انسانیت کی نام پر بننے والی تنظیموں، اداروں کا فرض ہے کہ بے بس کشمیری خواتین کو کشمیر میں جاری بھارتی فوجی بربریت سے نجات دلانے میں اپنا کردار ادا کریں۔

☆☆☆

پھر۔۔۔کشمیریوں سے معذرت نہ کرلیں؟

چین نے ایران اور سعودی عرب کے درمیان ثالثی کا کردار ادا کر کے امریکہ کو ایک بڑا سرپرائز دیا ہے

کشمیری قائدین کے تر دماغ کی ناقابل فراموش صلاحیتیں بھارت کو کسی بھی بڑے سانحے سے دوچار کرسکتی ہیں

محمد احسان مہر

دنیا بھر میں انسانی حقوق کی پامالیوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو خطہ کشمیر دنیا کا وہ واحد کرہ ارض ہے جو سب سے زیادہ متاثر ہے، یہ خطہ برصغیر کی تقسیم کا نامکمل ایجنڈہ کا حصہ ہونے کی وجہ سے سات دہاہیاں گزرنے کے بعد بھی بھارت کے قبضہ میں سفاقیت، درندگی اور ریاستی دہشت گردی کا شکار ہے، دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد اقوام عالم نے دنیا میں امن اور سلامتی کے لیے اقوام متحدہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، اس ادارے کے قیام کے ساتھ ہی 1948 میں پاک بھارت جنگ کی وجہ سے بھارت خود پہلی بار جنگ رکوانے کے لیے مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ میں لے کر گیا، اسی فورم پر بھارت نے عالمی برادری کے سامنے کشمیریوں کو حق خودارادیت کا حق دینے کا وعدہ کیا ہے، مسئلہ کشمیر کے حوالے سے اس ادارے میں متعدد قرادائیں موجود ہیں جنھیں بھارت نے تسلیم کیا ہے ،مگر افسوس۔۔۔اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے دنیا میں قیام امن کے لیے جس طرح "ذمہ داری" سے اقدامات اٹھائے ہیں اس طرح بھارت پر دباؤ بڑھانے کے لیے سنجیدہ نظر نہیں آرہی۔ مسئلہ کشمیر کے متعلق اختلاف کی گنجائش کے باوجود کہا جا سکتا ہے کہ یہ مسئلہ عالمی مفادات کی نظر ہو چکا ہے۔ چند دن پہلے پاک بھارت تنازعات کے حل کے لیے امریکی ثالثی کی پیشکش کے پیچھے بھی یہی سوچ کارفرما ہے، امریکہ واضح طور پر سمجھتا ہے کہ جنوبی ایشیاء کی اجارہ داری اس کے ہاتھ سے نکل رہی ہے اور خطے میں اس کے مفادات شدید خطرے میں ہیں، امریکہ علاقائی طاقتوں روس اور چین کے کردار کو پچھاڑ کر علاقائی بالا دستی کے خواب دیکھ رہا ہے۔ ماضی میں بھی امریکہ زمینی حقائق کے برعکس پالیسی پر گامزن رہا جس کے نتیجے میں بہت کم مفاد کے ساتھ عوامی نفرت بھی اس کے حصے میں آئی لیکن اب چین نے ایران اور سعودی عرب کے درمیان ثالثی کا کردار ادا کر کے امریکہ کو ایک بڑا سرپرائز دیا ہے۔ امریکہ اگر واقعی مستقبل میں شراکت داری سے خطے میں کردار ادا کرنا چاہتا ہے تو اسے مخلص اور غیر جانبدرانہ طور پر مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرنا ہوگا، اور بھارت کو اس بات پر قائل کرنا ہوگا کہ وہ جنوبی ایشیاء کے امن وسلامتی اور بھارت کے اندورنی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ وہ کشمیریوں کو حق خود ارادیت کا موقع فراہم کرے، اور پاکستان کشمیریوں کا وکیل اور مسئلہ کا فریق ہونے کی حیثیت سے سیاسی اور سفارتی سطح پر بھارت پر یہ واضح کردے کہ وہ کسی طرح بھی سویت یونین اور نیٹو اتحاد کی سی صلاحیت نہیں رکھتا اگر اندرونی خلفشار اور باہمی خانہ جنگی کی شکار افغان قوم چند دہایوں میں دنیا کی 2 بڑی عالمی طاقتوں کو شکست دے سکتی ہے تو کشمیر کا کل جماعتی مزاحمتی اتحاد اور کشمیری قائدین کے تر دماغ کی ناقابل فراموش صلاحیتیں بھارت کو کسی بھی بڑے سانحے سے دوچار کرسکتی ہیں۔ بھارت کا موجودہ معاشرتی نظام، نام نہاد جموریت اور مصنوعی سیکولر کے لبادے میں آخری ہچکیاں لے رہا ہے جہاں سے اس کی واپسی ناممکن ہے، مودی کے بھارت میں سکھوں کی اہمیت کو نظر انداز کرنا، اقلیتوں کے خلاف قانون اور مسلم کش جیسے اقدامات سے بھارت کا شیرازہ زیادہ عرصہ متحد نہیں رہ سکتا۔ عالمی مفادات کے اس کھیل میں بڑی طاقتوں نے جس طرح ماضی میں کشمیریوں کو نظر انداز کیا ہے انہیں اب اپنی اس روش کو ترک کرنا پڑے گا، کشمیری سات دہائیوں سے نامسائد حالات کی چکی میں پس کر ایک لاوے کی شکل اختیار کر چکے ہیں، وہ بھارت کے مکروہ عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے پرعزم ہیں وہ کسی بھی ظلم وجبر کے سامنے اپنی آزادی کے مطالبے سے ہرگز دستبردار نہیں ہوں گے۔ اقوام متحدہ اور عالمی برادری آخر کب تک بھارتی مکروہ عزائم، مقبوضہ وادی میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں اور بھارت کی ریاستی دہشت گردی پر اپنی آنکھیں بندر کھے گی ؟

اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ حق خودارادیت کی اس تحریک میں کیا ہم کشمیریوں کے ساتھ کھڑے ہیں ؟ یا عالمی استعماری طاقتوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر قومی مفادات پر ذاتی مفادات کو ترجیح دیتے رہیں گے، اگر ایسا ہے تو پھر۔۔۔کشمیریوں سے معذرت نہ کرلیں ؟ اس لیے کہ کشمیری شہادت کی جس راہ پر نکلے ہیں وہ بھارت سے آزادی یا پھر اس کی بربادی تک جاری رہے گا۔(ان شاءاللہ)

(بقیہ صفحہ:20 پر)

کمانڈر شارق احمد تانترے المعروف جعفر طیارہ کی بارودی کاروائیوں اور فدایانہ یلغاروں میں سینکڑوں ہندو انتہا پسند بھارتی فوجی بمعہ بالا افسران ہلاک وزخمی ہوئے ،جن میں دو بریگیڈ یئر بھی شامل ہیں ان کی تابڑ توڑ اور موثر حکمت عملی اور برق رفتار کاروائیوں کی وجہ سے حزب کی طرف سے انہیں انعامات سے نوازا گیا۔ سیمابی طبیعت ،عقابی بصیرت کے حامل ،موت کو موت کی گھاٹیوں میں ہر دم تلاش کرنے والے جعفر طیارہ شہیدؒ پر اپنوں کے ساتھ ساتھ دشمن بھی رشک کرتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ ان کے جنازہ میں قابض فوج کے افسروں نے شرکت کی۔ کمانڈر جعفر طیارہ شہید علاقے کی مسلم آبادی میں مقبول ہونے کے ساتھ ساتھ مقامی ہندو آبادی میں بھی ہر دلعزیز تھے ،ان کے سفر آخرت میں اودھم پور رام بن، گول گلاب گڑھ ریاسی سے ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی جب کہ غیر مسلم شہری بھی شہید جعفر طیارہ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے جنازے میں شریک ہوئے۔ کمانڈر جعفر طیارہ سری نگر میں علاج معالجہ کے لئے مقیم تھے کہ ظالم بھارتی فوج نے 23 مارچ 2003 کو گرفتار کر کے بدترین تشدد کا نشانہ بنایا جس کی وجہ سے اسلام کا یہ بطل جلیل اور جہاد کشمیر کا عہد ساز کمانڈر خلعت شہادت سے سرفراز ہوا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ شہدائے کرام کی انمول قربانیاں قبول فرمائے اور ہمیں بھی صحیح معنوں میں ان شہیدانِ وفا کے پاک لہو کا محافظ و پاسدا بنائے آمین۔

کشمیری خواتین کے گم شدہ خواب

خالد قریشی

تاریخ گواہ ہے کہ مقبوضہ جموں وکشمیر میں ہزاروں خواتین بھارتی مسلح فوجیوں کے ہاتھوں دہشت گردی کا شکار ہوئیں۔ بھارتی فوج نے 8 سال لےلیکر 80 سال کی عمر رسیدہ خواتین کو جنگی حربے کے طور پر آبرو ریزی کا نشانہ بنایا۔ کئی اہم واقعات میں سے ایک کنن پوش پورہ ہے، جن میں سے اکثر کو انصاف نہ ملا اور وفات بھی پا گئیں۔ آج میں جموں وکشمیر کے ضلع ڈوڈہ کی اُس بیٹی کے بارے لکھ رہا ہوں جس کا نام ممتازہ تھا۔ ممتازہ کو انگریزی زبان سیکھنے کا جنون تھا۔ ممتازہ نے ٹیچر بننے کا خواب بھی دیکھا تھا۔ ہمارے پڑوسی گاؤں دھار میں ایک کچے اور خستہ حال یک منزلہ کچے گھر کے اندر رہنے والے سفید ریش بزرگ غلام محمد بٹ جو ایک ہاتھ سے معزور کی چار بیٹیاں اور چار بیٹے تھے ان میں بڑی دو بیٹیوں کی شادی ہو گئی تھیں، دو بیٹے محنت مزدوری کرنے کیلئے اکثر و بیشتر گھر سے باہر ہی رہتے تھے، اور چھوٹے بچے جو ابھی نابالغ تھے بھارتی گجرات میں ایک مدرسہ میں دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ گھر میں دو بیٹیاں اور اُن کی والدہ رہتی تھی۔ دونوں بیٹیاں ہائر سیکنڈری سکول کاستی گڑھ میں زیر تعلیم تھیں، 16 سال کی ممتازہ نے سن 2000 کے ابتدائی مہینوں میں اپنی 10 ویں جماعت مکمل کر لی تھی، اپنے گاؤں دھار سے کاستی گڑھ میں اپنے اسکول تک پہنچنے کے لیے ممتازہ اور ان کی بہن کو تقریباً ایک گھنٹے کا سفر پیدل طے کرنا پڑتا تھا، ممتازہ کے بہن بھائیوں کا کہنا ہے کہ اسے انگریزی زبان سیکھنے کا جنون تھا اور اس نے ایک دن ٹیچر بننے کا خواب بھی دیکھا تھا غلام محمد بٹ موسم گرما میں ڈوڈہ کے پہاڑوں میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اُس وقت 60 برس کے تھے جب وہ بکریوں کے ریوڑ کو کاستی گڑھ سے دور دیسہ علاقے کے پہاڑوں پر لے کر گئے تھے۔ بکریوں کو ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں منتقل کرنے کیلئے اُسے کئی دن درکار تھے اور اس سفر میں اُن کے دونوں بڑے بیٹے محمد حنیف اور بختاور بھی اُن کے ساتھ مدد گار کے طور ساتھ گئے تھے۔

بھارتی فوج کی دس راشٹر یہ رایفلز (10RR) کا کیمپ جو ہائر سیکنڈر سکول کاستی گڑھ کے بالکل پاس تھا، فوجی اہلکار ہائر سیکنڈری آنے جانے والی طالبات کو اکثر تنگ کرتے تھے اور اُن پر جملے کستے تھے۔ مقامی لوگوں نے کئی مرتبہ بھارتی فوجیوں کے اس رویے پر شدید احتجاج بھی کیا۔ جس پر بھارتی فوج نے بعد میں کئی افراد کو عسکریت پسندوں کے ساتھ روابط رکھنے کے

الزام میں گرفتار کیا اور اُن پر انتہائی تشدد کیا جس کی وجہ سے یہ آواز کسی نہ کسی حد تک دب گئی۔ کاستی گڑھ میں یہ بھارتی فوج کا کیمپ ایک میجر کے زیر کنٹرول تھا، جو مقامی لوگوں کو اپنا نام میجر طارق (مسلم) کے طور ظاہر کرتا تھا۔ لیکن حقیقت میں اُس کا نام (R.K.Tarvadi) راکیش کمار ترویدی تھا۔

ممتازہ کے والد غلام محمد بٹ گرمیوں کے کچھ مہینے دیسہ کے ان پہاڑوں پر ہی اپنے بکریوں کو چرانے میں گزارتے تھے، 3 جون 2000 کو شدید گرمی کا دن تھا، جب بوڑھے والد غلام محمد بٹ نے اپنے دو بیٹوں حنیف اور بختاور کے ساتھ ریوڑ چرانے کے لیے دھار، کاستی گڑھ سے اپنی بکریوں کو لے کر دیسہ کے پہاڑوں کی طرف پیدل سفر شروع کیا، ان کے دو بیٹے گجرات کے ایک اسلامی مدرسے میں پڑھ رہے تھے اور باقی دو بیٹیاں شادی شدہ تھیں۔ جب کہ گھر میں 16 سالہ ممتاز اور 19 سالہ فریدہ بانو گھر کی دیکھ بھال کے لیے اپنی والدہ زونہ بیگم کے ساتھ تھی۔

غلام محمد بٹ کو کیا خبر تھی کہ گھر میں قیامت آ جائے گی، اسی دن دوپہر کے آخر میں 10 راشٹریہ رائفلز (RR) اہلکار جن کے ساتھ دو مقامی (SOG) اہلکار بھی ساتھ تھے معمول کے گشت پر آئے۔ ان کے گھر کے قریب سے گزرتے ہوئے فوجی اہلکاروں نے ان کے دو کتوں پر اندھا دھند گولیاں برسائیں جس سے وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔

ان کی والدہ کے مطابق ممتازہ اور فریدہ نے جب گولیوں کی آواز سُنی تو انتہائی خوف کے عالم میں گھر سے باہر نکل آئیں اور دونوں بہنیں رونے لگیں، کہ بھارتی فوجیوں نے ہمارے کتوں کو کیوں مارا۔ ممتازہ اور فریدہ کی والدہ نے جب میں نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے ہمارے کتوں کو کیوں مارا، تو فوجی اہلکاروں نے کہا کہ جب بھی ہم آپ کے گھر سے گزرتے تھے تو کتے ہم پر بھونکتے تھے، جس سے عسکریت پسندوں کو علاقے سے بھاگنے کے لیے وقت مل جاتا ہے۔ خاندان کے تینوں افراد نے اپنی رات اپنے دو کتوں کے مارے جانے پر غم میں گزاری، یہ نہیں جانتے تھے کہ بدترین مشکل ابھی آنا باقی ہے۔ 4 جون، 2000 کا دن تھا جب غلام محمد بٹ اور اس کے دو بیٹے اپنے ریوڑ کے ساتھ گھر سے انتہائی دور ایک جنگل میں ٹھہرے تھے، اُنہیں یہ پتہ نہیں تھا گھر میں خاندان کے افراد

کوانتہائی بدترین حالات کا سامنا ہے۔

بھارتی فوجی عسکریت پسندوں کو تلاش کرنے کے بہانے دن ہو یا رات کسی بھی وقت گاؤں میں داخل ہوتی تھی۔ رات کے 11 بجے رہے تھے، ممتازہ، فریدہ انتہائی پریشانی کے عالم میں تھیں، اچانک بھارتی فوجیوں کے چلنے کی آوازیں آئیں، ممتازہ، فریدہ اوراُن کی والدہ کوایسے لگا جیسے گاوں میں بھارتی فوج کی طرف سے تلاشی مہم چل رہی ہو۔ لیکن اچانک دروازے پر ایک زوردار دھکے نے ممتازہ اور فریدہ کی والدہ زونا کو بے چین کر دیا۔ زونا کہتی ہیں دروازے پر لاتیں مارتے ہوئے 10 راشٹریہ رایفلز کے اہلکار خوف ناک آواز سے کہہ رہے تھے کہ دروازہ کھولو۔ لیکن ہم نے دروازہ نہیں کھولا اور چند ہی منٹوں میں وہ لوہے کی گرل توڑ کر کھڑکی سے اندر سے گھس آئے جن کے ساتھ دو مقامی (SOG) مخبر بھی تھے جس میں ایک کا نام جاوید تھا۔ اورمیری بیٹی ممتاز کو گھسیٹنے لگے۔ میں نے اور فریدہ بیٹی نے اس کی ٹانگیں پکڑ لیں، تاکہ وہ اسے باہر نہ نکال سکیں۔ لیکن ان کی طاقت کے سامنے ہماری طاقت بہت زیادہ کمزور تھی، زونا کا کہنا تھا کہ مجھے اب بھی یاد ہے، کس طرح اس کی بیٹی زور زور سے رو رہی تھی جب کہ میں اور میری دوسری بیٹی بے بسی کے عالم میں گھسیٹ کر گھر سے باہر لے جانیوالے بھارتی فوجیوں سے یہ التجا کرتی رہی کہ وہ اسے چھوڑ دیں لیکن اُنہوں نے ایک نہ سُنی، بیٹی کو اپنی تحویل میں لینے کے بعد ہمیں گھر میں بند کر دیا رات کے آخری پہر تک گھر کے باہر اُن کے چلنے کی آوازیں آتی تھی اُس کے بعد وہ وہاں سے غائب ہوگئے صبح روشنی کے بعد والدہ اور بیٹی نے اہل محلّہ کو بتایا کہ اُن پر رات قیامت ڈھائی گئی۔ اہل محلّہ کی طرف سے ممتازہ کے اغوا کے بارے پیغام پہنچانے کے لیے ان کے والد اور بھائیوں کو فورا ایک آدمی بھیجا گیا۔ غلام محمد بٹ اور اس کے بیٹوں کے پاس پیغام دیر سے پہنچا اور وہ ساتویں دن ہی واپس گھر پہنچنے میں کامیاب ہوئے اور فوراہی فرسٹ انفارمیشن رپورٹ (ایف آئی آر) درج کرنے کے لیے ضلع ہیڈکوارٹر ڈوڈہ پہنچے۔ ایف آئی آر میں اس نے اُن دو مقامی ایس پی اوز کے ناموں کا ذکر کیا جو کاستی گڑھ میں تعینات مقامی آرمی یونٹ 10 راشٹریہ رائفلز (10RR) کے مخبر کے طور پر کام کرتے تھے۔ جن دو مقامی ایس پی اوز کے نام بتائے اُن کی شناخت غلام محمد بٹ کی بیٹی اور بیوی نے کی تھی۔ غلام محمد بٹ کا یہ بھی کہنا تھا کہ جیسے ہی وہ تھانے سے باہر نکلا، کچھ فوجی اہلکار وں نے اسے ایک فوجی جیپ میں بٹھایا اور سیدھا ڈوڈہ پولیس لائنز میں واقع آرمی کمانڈر کے دفتر میں لے گئے۔ وہاں فوجی یونٹ کے کمانڈنگ آفیسر نے اپنے سیکنڈ انچارج سے کہا کہ وہ مجھے سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (ایس پی) ڈوڈہ کے پاس لے جائے، انہوں نے مجھے پھر فوجی جیپ میں بٹھایا اور وہ مجھے سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کے دفتر لے گے۔ جہاں اُس وقت ایک سکھ ایس پی تھا جو کشمیری زبان اچھی بولتا تھا اور اس نے مجھے 6 لاکھ روپے اور خاندان کے دو افراد کے لیے نوکری کی پیشکش کی، کہ اگر میں اپنا کیس واپس لے لوں۔ لیکن میں نے اس کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور اپنی بیٹی مردہ یا زندہ مانگنے کی التجائیں کرتا رہا۔ میری التجاوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا اور اس نے مجھے اپنے دفتر سے باہر نکال دیا۔ غلام محمد بٹ کا کہنا تھا کہ اس کے بعد سے تھانے میں درج مقدمہ میں کبھی پیش رفت نہیں ہوئی حالانکہ غریب بوڑھے نے کئی مرتبہ تھانے کے متعدد چکر لگائے، جب بھی میں ان کے پاس جاتا، وہ مجھ سے گواہ لانے کو کہتے۔ جس وقت یہ سانحہ ہمارے ساتھ ہوا اس وقت صرف میری بیٹی اور اس کی والدہ موجود تھیں۔ اہل محلّہ کا کہنا ہے کہ ممتاز کے لاپتہ ہونے کے ایک سال بعد پھر اس کی بڑی بہن 19 سال کی فریدہ جس نے اسے فورسز کے ہاتھوں چھینتے ہوئے دیکھا تھا، دل کا دورہ پڑنے سے چل بسی۔ اہل محلّہ کا کہنا ہے کہ وہ اُس دن سے اپنی تعلیم اپنا سب کچھ کھو چکی تھی، اُس کے ہونٹوں پر ہمیشہ ممتازہ اوراُس کو گھر سے گھسیٹے وقت اپنی اور والدہ کی بے بسی انتہائی صدمہ میں لے گئی وہ اپنی چھوٹی بہن سے جدائی برداشت نہ کرسکی اور مرگئی

(بقیہ صفحہ نمبر: 22 پر)

اہل محلّہ کا کہنا ہے کہ ممتاز کے لاپتہ ہونے کے ایک سال بعد پھر اس کی بڑی بہن 19 سال کی فریدہ جس نے اسے فورسز کے ہاتھوں چھینتے ہوئے دیکھا تھا، دل کا دورہ پڑنے سے چل بسی۔ اہل محلّہ کا کہنا ہے کہ وہ اُس دن سے اپنی تعلیم اپنا سب کچھ کھو چکی تھی، اُس کے ہونٹوں پر ہمیشہ ممتازہ اوراُس کو گھر سے گھسیٹے وقت اپنی اور والدہ کی بے بسی انتہائی صدمہ میں لے گئی وہ اپنی چھوٹی بہن سے جدائی برداشت نہ کرسکی اورمرگئی

گیمبیا(Gambia)

1455ء میں پرتگالی ملاحوں سیاحوں نے اس سرزمین کو دریافت کیا

اٹھارویں صدی میں برطانیہ نے یہاں قبضہ کیا اور یہاں کے لوگوں بالخصوص سیاہ فاموں کے ساتھ غلاموں سے بھی بدتر سلوک کیا

18فروری1965ء کو ایک طویل جدوجہد کے بعد گیمبیا کو آزاد کرالیا گیا 1974ء کو اس مملکت کو جمہوریہ گیمبیا کا نام دیا گیا

گیمبیا کی 90% آبادی مسلمان ہے جبکہ 10% دیگر مذاہب کے لوگ بھی آباد ہیں۔

یہاں کے مسلمان تصوف سے بے پناہ لگاؤ رکھتے ہیں اور عملی طور پر مسلمانوں کی اکثریت فقہ مالکی کی پیروکار ہے

ڈاکٹر ساجد خاکوانی

جمہوریہ گیمبیا مغربی افریقہ کا ایک ممتاز ملک ہے۔ اسکا کل رقبہ4127مربع میل ہے۔ یہ ایک لمبائی کے رخ کی ریاست ہے جس کا طول295 میل اور عرض15 تا30 میل کے درمیان درمیان ہے، رقبہ کے لحاظ سے یہ براعظم افریقہ کا سب سے چھوٹا ملک ہے۔ جغرافیائی طور پر دریائے گیمبیا اس مملکت کی پہچان ہے، یہ دریا افریقہ کے مشہور دریاؤں میں سے ایک ہے جو سات سومیل طویل بہاؤ کے بعد بحراوقیانوس میں جا گرتا ہے۔ افریقہ سے بحراوقیانوس تک بحری رسائی اسی دریا سے ہی ممکن ہے۔ ’’بنجل‘‘ شہر گیمبیا کا دارالحکومت ہے جبکہ ملک کا سب سے بڑا شہر’’سریکنڈا‘‘ ہے جو ملک کی سیاسی تہذیبی ومعاشی سرگرمیوں کا مرکز بھی ہے۔ سال کے چند مہینوں میں یہاں بارش ہوتی ہے جس کی سالانہ شرح1300 ملی میٹر تک ہی ہوتی ہے جبکہ باقی سارا سال یہاں کا موسم خشک ہی رہتا ہے۔ ہریالی سے بھرپور خطوں کی اس سرزمین کے جنگلات میں کئی قسم کے جنگلی جانور بھی پائے جاتے ہیں۔ گیمبیا تین اطراف سے سینیگال کے ملک میں گھرا ہوا ہے جبکہ چوتھی سمت میں گیمبیا کو سمندر کا جوار حاصل ہے۔

1455ء میں پرتگالی ملاحوں سیاحوں نے اس سرزمین کو دریافت کیا۔ پرتگالیوں نے تجارت شروع کی اور انکے بعد انگریز، فرانسیسی، ڈچ اور سویڈن کے تجار بھی یہاں پہنچنے لگے۔ اٹھارویں صدی میں برطانیہ نے یہاں قبضہ کیا اور اپنی فوج اور فوجی مشینری لگا کر مقامی افراد کو شکار کر کر کے انہیں غلاموں کے طور پر یورپی ممالک بھیجنے لگے۔ انسانیت کے برطانوی ٹھیکیداروں نے غلاموں کی تجارت کے لیے گیمبیا میں باقائدہ ایک بحری اڈاہ بھی بنایا۔ اس کے بعد ایک طویل عرصے تک برطانیہ اور فرانس کے درمیان گیمبیا اور دریائے گیمبیا کے معاملے پر نزاع رہی اور پیرس اور لندن میں اس علاقے کی قسمت کے فیصلے ہوتے رہے۔ گیمبیا کے مسلمان قبائلی راہنما بعض اوقات ان فیصلوں کی مخالفت کرتے لیکن گوراسامراج انہیں موت کی نیند سلا دیتا۔ برطانیہ نے دوسری جنگ عظیم کے لیے اس سرزمین سے بے شمار فوجی لیے، خاص طور پر برما کے محاذ کے لیے تاج برطانیہ نے جنگ کے ایندھن کے طور پر گیمبیا کے کالوں کا انتخاب کیا اور یورپی ’’جمہوریت‘‘ کے استحکام کے لیے افریقی خون سے ہولی کھیلی گئی تا کہ ’’عالمی امن‘‘ قائم ہو سکے۔ وقت کے ساتھ اس ’’سیکولرازم‘‘ نے کتنے نقاب بدلے لیکن مشرق وسطی ہو، ایشیائے بعید یا پھر افریقی سیاہ فام اقوام کی سرزمین ہو سیکولرازم کا متعصب انسانیت دشمن کردار یکساں ہی نظر آتا ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے زمانے سے ہی افریقی سیاست میں گیمبیا کا مرکزی کردار رہا1943 میں ’’کیسابلانکا کانفرنس مراکش‘‘ میں جاتے ہوئے امریکی صدر روزویلیٹ نے ایک رات کا قیام گیمبیا میں کیا اور یہ کسی امریکی صدر کا افریقی براعظم کے ایک ملک کا پہلا دورہ تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے تباہ کن نتائج نے عالمی استعمار کے توسیع پسندانہ عزائم کے سامنے بند باندھ دیا تھا دوسری طرف شعور کے باعث1960ء تک یہاں بہت سی سیاسی پارٹیاں بن چکی تھیں اور قریے قریے سے آزادی کی صدائیں بلند ہونا شروع ہو گئیں تھیں۔ ساتھ کے ساتھ گیمبیا میں نئے دستور کی تحریک نے بھی اپنی رفتار تیز کر لی تھی۔1962 کے انتخابات نے مملکت کے مستقبل کی راہیں واضع کر دیں اور برطانیہ ایک طرح سے ان انتخابات کے بعد اپنا اثرورسوخ کھو بیٹھا اور بدیسی حکمرانوں کی الٹی گنتی شروع ہو گئی۔ تاج برطانیہ چاہتا تھا کہ سینیگال اور گیمبیا اکٹھے رہیں لیکن مقامی قیادت اس پر تیار نہ تھی چنانچہ18فروری1965ء کو ایک طویل جدوجہد کے بعد گیمبیا کو آزاد کرالیا گیا، 1974ء کو اس مملکت کو جمہوریہ گیمبیا کا نام دیا گیا۔ سینیگال نے یہاں قبضہ کی کوشش کی لیکن ناکام ہوا جس کے بعد1982ء میں دونوں ملکوں نے مل کر ’’سینی گیمبیا‘‘ کے نام سے کنفیڈریشن بنالی جس میں دفاع اور معیشیت میں یکساں پالیسی جب کہ دیگر امور میں آزادی دے دی گئی۔ لیکن یہ بیل مونڈے نہ چڑھ سکی اور1989 میں گیمبیا نے اس کنفڈریشن سے مکمل علیحدگی کا اعلان کر دیا، تب سے گیمبیا ایک مکمل طور آزاد خودمختار ریاست ہے۔

’’جالا‘‘ نام کے لوگ اس سرزمین کے قدیمی باشندے ہیں جو کہ اب زیادہ تر مغربی گیمبیا میں مقیم ہیں۔ ’’مانڈینگو‘‘ نسل کے لوگ یہاں کے اکثریتی قبائل ہیں جو کل آبادی کا چالیس فیصد ہیں۔ جبکہ ’’بنجل‘‘ گیمبیا کے دارالحکومت میں ’’وولوف‘‘ نام کے خاندان زیادہ پائے جاتے ہیں۔ دریائے گیمبیا کے انتہائی اوپری کے علاقوں میں ’’فولانی‘‘ قبائل آباد ہیں اور یہ قبائل اب ایک طاقت کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ ان مشہور افریقی نسلوں کے علاوہ بہت سے دیگر قبائل کے لوگ بھی یہاں بکثرت آباد ہیں جبکہ یہاں نوے فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے اور شاید اسی وجہ سے کم وبیش پوری مملکت میں ایک ہی طرح کی ثقافت مروج ہے۔ مسیحیت یہاں کا دوسرا بڑا مذہب ہے جس کی شرح 8 % تک ہے جب کہ باقی 2 % ملے جلے دیگر مذاہب ہیں۔ یہاں ریلوے لائین اور اندرون ملک ہوائی سفر نہیں ہے۔ پرائمری تعلیم مفت ہے لیکن لازمی نہیں، ثانوی تعلیمی ادارے بھی بکثرت ہیں لیکن اعلی تعلیم کے لیے طلبہ کو بیرون

ملک کا سفر کرنا پڑتا ہے۔کم وبیش یہی صورتحال صحت کی بھی ہے۔

گیمبیا کی سب سے بڑی پہچان اس سرزمین پر کاشت ہونے والی مونگ پھلی ہے۔مونگ پھلی جو پوری دنیا میں کھائی جاتی ہے یہاں کی بہت بڑی فصل ہے اور حکومت کی آمدن کا بہت بڑا ذریعہ بھی ہے۔مونگ پھلی کی کاشت کے لیے بہت اچھے اور عمدہ بیج کی کاشت سے لے کر اسکی تیاری میں ممدومعاون مشینیں تک یہاں بکثرت دستیاب ہیں۔عورتیں اور مرد مل کر کھیتوں میں کام کرتے ہیں،زمینوں کو سیدھا کیا جاتا ہے ان پر موجود جھاڑ جھنکاڑ کو نذر آتش کیا جاتا ہے اور پھر جدید طریقوں کے عین مطابق مونگ پھلی کی فصل کاشت کی جاتی ہے۔حکومت ہر فصل سے پہلے مونگ پھلی کی قیمت مقرر کرتی ہے اور وقت سے پہلے کسان کو اسکی نقد ادائیگی کر دیتی ہے۔فصل تیار ہونے کے بعد فیکٹریوں میں لائی جاتی ہے جہاں پر اسے کئی مراحل سے گزار کر بیج کو برآمد کر دیا جاتا ہے اور فضلہ جانوروں کی خوراک کے طور پر رکھ لیا جاتا ہے۔یعنی وہاں کچھ بھی ضائع نہیں کیا جاتا، جب قیادت اپنی عوام کی خیر خواہ ہو تو اس طرح کے منصوبے بنتے ہیں اور مملکت میں خوشحالی در آتی ہے۔یہاں کی زمینیں زیادہ تر خاندانوں کی ملکیت ہوتی ہیں اور پورا کا پورا خاندان مل کر اپنی زمینوں کی اور ان پر کاشت کی ہوئی فصلوں کی نگہداشت کرتا ہے۔یہاں کے کاشتکار بہت محنتی اور دیانتدار ہیں۔حکومت یہاں پر چاول کی کاشت پر بھی توجہ دیتی ہے اور جہاں جہاں سبزہ بہت زیادہ ہے وہاں پالتو جانوروں کے فارم بھی بنائے گئے ہیں۔دریا کے ساتھ ساتھ رہنے والوں کو وہاں کی حکومت مچھلی کے شکار کے لیے قرضے بھی فراہم کرتی ہے،تاکہ وہ لوگ دخانی کشتیاں خرید کر تو یہ کام کر سکیں۔ملاحوں کی پکڑی ہوئی مچھلیوں کو حکومت خرید کر اور انہیں واجبی سے مراحل سے گزار کر برآمد کر دیتی ہے۔گیمبیا کی تجارت زیادہ تر فرانس، برطانیہ اور سینیگال سے ہے۔وہاں کے جاگیردار اپنے مزدور پیشہ طبقے کا استحصال نہیں کرتے اور حقوق کا جھانسا دے کر ان سے ووٹ نہیں ٹھگتے۔

یہاں حکومت کا سربراہ ''صدر مملکت'' ہوتا ہے جسے پانچ سالوں کے لیے چنا جاتا ہے۔پچاس اراکین پر مشتمل ایوان نمائندگان ہے جس میں چھتیس ارکان منتخب ہوتے ہیں اور باقی نامزدگیوں سے پہنچتے ہیں۔پیپلز پروگریسو پارٹی یہاں کی اکثریتی سیاسی جماعت ہے۔حکومت کی تشکیل کے لیے صدر مملکت ایوان نمائندگان میں سے اپنا نائب صدر اور وزرا چنتا ہے جن سے مل کر وہ ریاست کا انتظامی ڈھانچہ چلاتا ہے۔اعلیٰ عدالت ''سپریم کورٹ'' جس کے سربراہ کا تقرر بھی صدر مملکت ہی کرتا ہے۔ملک میں 35 اضلاع ہیں جنہیں سات انتظامی صوبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ہر ضلع کی حکومت وہاں کے منتخب نمائندوں کے تحت کام کرتی ہے۔گیمبیا کے ایوان ہائے اقتدار پر فوجی شب خون کثرت سے مارا جاتا رہا اس کی وجہ جملہ اسلامی ممالک میں استعمار کی چھوڑی ہوئی طاقتور باقیات میں سے سب سے بڑا ادارہ فوج ہی ہے۔

اسلام کی آمد کے وقت یہ علاقہ بربروں کے زیر اثر تھا۔اپنے آغاز میں ہی اسلام یہاں ساتویں صدی ہجری میں پہنچ گیا اور بہت سے قبائل نے اسلام قبول کر لیا تب کے بعد صدیوں تک یہاں اسلام ہی برسر اقتدار رہا اور بہت سے مسلمان خاندانوں نے حکومت کی۔گیمبیا کی تہذیب وثقافت پر اسلام کے بے پناہ اثرات ہیں،خاص طور پر انیسویں صدی کی تجدیدی کاشوں سے جہاں بہت سے قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہوئے وہاں پہلے سے موجود مسلمانوں کی اصلاح عقائد بھی کی گئی۔گیمبیا کی 90% آبادی مسلمان ہے جبکہ 10% دیگر مذاہب کے لوگ بھی آباد ہیں۔یہاں کے قوانین میں اسلامی شریعت کے کچھ حصے بھی شامل ہیں،مسلمانوں کے باہمی معاملات ''سپریم اسلامی کونسل'' حل کرتی ہے جبکہ مسلمانوں کے لیے عدالتیں بھی قائم کی گئی ہیں۔مسلمانوں کے مذہبی ایام پر عام تعطیل بھی کی جاتی ہے۔یہاں کے مسلمان تصوف سے بے پناہ لگاؤ رکھتے ہیں اور عملی طور پر مسلمانوں کی اکثریت فقہ مالکی کی پیروکار ہے تاہم کچھ عرب اور افریقی ملے جلے قبائل میں فقہ شافعیہ بھی رائج ہے۔11 دسمبر 2015ء میں گیمبیا کے اس وقت کے صدر یحییٰ جامع نے ملک کو'' اسلامی جمہوری ریاست'' قرار دے دیا ہے۔اس اعلان کی وجہ ملک میں مسلمانوں کی اکثریت ہے،اس اعلان کے بعد دیگر مذاہب کے لوگ اپنے آپ کو انتہائی محفوظ سمجھنے لگے ہیں۔گیمبیا کے صدر نے اسلامی جمہوریہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس طرح ملکی معاشرے سے نوآبادیاتی غلامہ نظام کا خاتمہ ہو جائے گا۔اس اعلان کے بعد ملک میں متعدد اسلامی نوعیت کے اعلانات وا قدامات بھی کیے گئے ہیں۔اسلامی ممالک کو چاہیے کہ اس معاملے میں گیمبیا کی مدد کریں اور معاشی معاونت سمیت قانون سازی کے صیغے میں بھی نئی اسلامی ریاست کی راہنمائی کریں۔

☆☆☆

ڈاکٹر ساجد خاکوانی معروف صحافی،دانشور اور استاد ہیں،
کشمیر الیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں۔

انتقال پر ملال

کلیم اللہ ترال کے(والد صاحب) مکہ مکرمہ میں وفات پا گئے ،نادر خان کپوارہ مظفر آباد ایک حادثے میں اللہ کو پیارے ہوئے ہیں،عادل بھائی(عبدالوحید زرگر بانہال)مظفر آباد درات رضائے الٰہی سے وفات پا گئے،سہیل بھائی بھدرواہ کی چھوٹی(بہن)ڈوڈہ مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئی ہے۔

اللہ پاک مرحومین کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔آمین

قارئین سے گزارش ہے کہ مرحومین کو اپنے دعاؤں میں یاد رکھیں۔

داستان حجازی

راہِ حق میں ہوئے میرے حادثے کی کہانی،میری زبانی...

جوڑ کے تو کوہِ گراں تھے ہم۔۔۔

وسیم حجازی

(گذشتہ سے پیوستہ)

لیکن آہ تقدیر آہ، تیرے سامنے کس کی چلی ہے۔اللہ نے مجھ سے کتنی بڑی نعمتیں لمحوں میں چھین لی تھی اسکا مجھے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔

پمز ہسپتال میں یہ رات جیسے تیسے گذر گئی صبح ایک اور ساتھی اختر بھائی (جو کہ میرے رشتہ دار بھی تھے) بھی ہسپتال پہنچ گئے۔ مجھے دیکھتے ہی مجھ سے کہا ''وسیم یہ تم نے اپنے ساتھ کیا کیا'' میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔اس دوران مقبول صاحب بھی آگئے (یہ بھی رشتہ دار ہی تھے)۔ایمبولنس نے مجھے ائیر پورٹ پہنچایا۔ مجھے سٹریچر پر جہاز میں لے جایا گیا جہاں تین سیٹیں میرے لئے ریزرو تھیں۔میں زندگی میں پہلی بار ہوائی جہاز کا سفر کر رہا تھا مگر کس حال میں۔۔خیر، جہاز نے اُڑان بھری اور لاہور کی جانب روانہ ہوا۔میں چاہتا تھا کہ جہاز سے نیچے زمین کا نظارہ کروں مگر اے بسا آرزو کہ خاک شد۔۔۔قریباً ایک گھنٹہ بعد جہاز نے ائرپورٹ پر لینڈ کیا۔

میں سوچ رہا تھا کہ ابھی پچھلے سال ہی (اکتوبر 1995 میں) میں شہرِ لاہور اپنے سینکڑوں دوستوں کے ہمراہ آیا تھا جب مینارِ پاکستان کے وسیع وعریض احاطے میں جماعتِ اسلامی کا عظیم اجتماع منعقد ہوا تھا جس میں لاکھوں لوگوں نے شرکت کی تھی اور دنیا بھر سے عظیم مسلمان دانشور اور علماء اس اجتماع میں تشریف لائے تھے۔تب ہم لاہور میں اس اجتماع میں تین دن تک رکے تھے۔کیسا ایمان افروز حسین سماں تھا وہ۔وہ یادیں مجھے لاہور پہنچتے ہی ستا رہی تھیں۔وہ لاہور جہاں مجھے اب ایک سال تک ہسپتال میں قیام کرنا تھا۔ شہرِ لاہور میری اس تکلیف دہ زندگی کی پہلی طویل قیام گاہ تھی۔

ہوائی جہاز میں بھی مسلسل مجھے ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ڈرپ ایک ہفتہ سے لگی ہوئی تھی۔کبھی ایک بازو میں،کبھی دوسرے بازو میں، پچھلے ایک ہفتہ سے میں نے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا تھا۔میں بس ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ایک ہفتہ سے مسلسل کمر کے بل لیٹا ہوا تھا۔ایک بار بھی کروٹ نہیں لی تھی۔میرا جسم اذیت ناک مراحل سے گذر رہا تھا۔یہ کیسا گرنا تھا جس میں اٹھنا بیٹھنا،کروٹ لینا بھی نصیب میں نہ تھا، چلنا پھرنا دوڑنا تو دور دور کی بات ہے۔کمر ٹوٹنا محاورہ تو سُنا تھا لیکن اب پتہ چل رہا تھا کہ کمر ٹوٹنا کس کو کہتے ہیں۔

ایمبولنس مجھے ائیر پورٹ سے اتفاق ہاسپٹل لے گئی جہاں میری ریڑھ کی ہڈی کا آپریشن ہونا تھا۔میری تیمارداری کیلئے دو ساتھی ہسپتال پہنچ گئے۔شہید خالد بھائی اور شہید سیف اللہ بھائی۔ بالآخر آپریشن کا دن آگیا۔مجھے آپریشن تھیٹر لے جایا گیا۔

میرا آپریشن پاکستان کے مشہور Orthopaedic Surgeon ڈاکٹر عامر عزیز کرنے والے تھے۔ڈاکٹر عامر عزیز کا شمار پاکستان کے قابل ترین ڈاکٹروں میں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر عامر عزیز انتہائی دیندار شخص ہیں۔امت مسلمہ کا درد انکے سینے میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔وہ کوسوو، یوگوسلاویہ جنگ کے دوران کوسوو کے زخمی مسلمانوں کے علاج کیلئے وہاں گئے تھے۔ایسے دردمند ڈاکٹر امت مسلمہ کا قیمتی سرمایہ ہیں۔بالآخر مجھے آپریشن تھیٹر لے جایا گیا۔تھیٹر میں داخل ہوتے ہی میں اپنے رب سے مناجات کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد مجھے Anesthesia دیا گیا اور کچھ ہی لمحوں میں، میں بیہوش ہوگیا۔بہت سارے مریض آپریشن تھیٹر میں زندہ تو جاتے ہیں لیکن واپس انکی لاش ہی آتی ہے۔بہت سارے مریض یہاں سے شفاء یاب ہوکر نکلتے ہیں۔یہ وہ جگہ ہے جہاں سے نکل کر ایک مریض یا تو خوشیوں سے ہمکنار ہوتا ہے یا تو غمزدہ و پریشان، کیونکہ آپریشن کبھی کامیاب بھی ہوسکتا ہے اور کبھی ناکام بھی۔اسلئے یہاں مریض اُمید اور خوف کے درمیان لٹکتا رہتا ہے۔آپریشن تھیٹر میں انسان پر رقت طاری ہوتی ہے۔وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔ایک رب کے سوا آخر کون ہے جو انسان کو مشکلوں سے نجات دلا سکتا ہے۔یہاں انسان سب سے کٹ کر ایک اللہ سے جُڑ جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب میرے کمر کی جلد کو چاک کر رہا تھا۔میری ریڑھ کی ہڈی کو اپنی جگہ درست کر رہا تھا۔تین تین انچ کے چھ کیل میری کمر میں ٹھونس رہا تھا تا کہ میری ہڈی پھر سے جُڑ سکے۔ نہ جانے کتنا وقت انہوں نے صرف کیا۔میں دنیا و مافیہا سے بیخبر بیہوش تقدیر الٰہی کے فیصلے کا انتظار کر رہا تھا۔

جب آپریشن تھیٹر میں مجھ پہ گہری بیہوشی طاری تھی، اک مسیحا مجھے نئی زندگی دینے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔مگر تقدیرِ الٰہی کے سامنے وہ بھی بے بس تھا۔وہ ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑنے کا فن جانتا تھا لیکن اُس کٹی ہوئی رگ یعنی Spinal cord کا اس کے پاس کوئی علاج نہیں تھا جو ریڑھ کی ہڈی میں سے گزر کر پورے جسم کو دماغ کے ذریعے کنٹرول کرتی ہے۔اس نرم و نازک رگ کو خود اس مضبوط ہڈی نے کچل دیا تھا، جو زندگی بھر اسکی حفاظت پہ مامور تھی۔نہ صرف اسے کچل دیا بلکہ ساتھ ہی میرے سارے ارمانوں کو بھی کچل دیا۔یہ رگ کیا کٹ گئی، میری زندگی ہی لُٹ گئی۔اب زندگی کی آخری سانسوں تک میرے جسم کو قیامت خیز مرحلوں سے گذرنا تھا۔

گہری نیند سے جب میری آنکھ کُھلی تو میں نے اپنے آپکو ہسپتال کے کمرے میں پایا جہاں میرے ساتھی میرے سرہانے کھڑے تھے۔مجھ پر ابھی نیم بیہوشی طاری تھی۔میں اپنی کمر میں چُبھن سی محسوس کر رہا تھا۔میری کمر میں جو چھ screw اور نٹ بولٹ ڈاکٹر نے لگائے تھے، یہ وہی چُبھ رہے تھے۔مجھے اگلے چھ مہینوں تک اب انکو برداشت کرنا تھا۔میری کمر میں قریباً 18 ٹانکے لگے تھے۔جس کمر درد نے مجھے قریباً دو ہفتوں سے سخت اذیت میں مبتلا کیا تھا، اب اس درد سے مجھے کافی حد تک نجات مل چکی تھی۔پوری طرح ہوش میں آنے میں مجھے وقت لگا۔میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ اب میرے جسم کی اصل صورتحال کیا

ہے۔میرے ساتھی پوری طرح میرے ہوش میں آنے کا انتظار کررہے تھے۔

اب میں پوری طرح ہوش میں آچکا تھا۔کئی دنوں کے بعد میں گہری نیند سویا تھا۔میرا جسم جو اتنے دنوں کی تھکاوٹ سے چُور تھا، اب آرام کرنے کی وجہ سے تھوڑا راحت محسوس کررہا تھا۔ اب تک تو میرا یہی خیال تھا کہ شاید آپریشن کی وجہ میں پھر سے ٹھیک ہوجاؤں گا لیکن میری اُمیدوں پر اُس وقت پانی پھر گیا جب میں نے چاہا کہ میں اپنی ٹانگیں ہلاؤں لیکن وہ تو جیسے اب بھی بیہوش ہی تھیں۔ایک ڈاکٹر آیا اور میری ٹانگوں کو prick کرنے لگا تاکہ وہ میرے تاثرات جان سکے لیکن میں کچھ بھی محسوس نہیں کرپا رہا تھا، میں اپنی ٹانگوں کی حِس سے ابھی تک محروم تھا۔میرے دل پر قیامتیں گذر رہی تھیں۔آخری اُمید بھی ٹوٹ گئی۔''ابھی نہیں تو شاید کبھی نہیں'' میں سوچ رہا تھا۔میرے ساتھی بھی میرے ساتھ افسردہ ہوگئے۔

آہ! میری ٹانگیں، میری پیاری ٹانگیں۔راہِ خدا میں، اپنے رب کے دین کی خاطر، میں نے پچھلے ڈھائی سالوں میں اپنی ٹانگوں کو کتنا دوڑایا تھا، کتنا تھکایا تھا۔اب انکی قربانی کا وقت آچکا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں مجھ سے چھین کر میرے صبر کا امتحان لینا چاہتا تھا۔اب صبر ہی میری زندگی کی داستان کا عنوان بننے والا تھا۔ صبر، ایک نہ ختم ہونے والا صبر۔میرے پاس اب صرف بیٹھنے اور لیٹنے کا آپشن تھا۔بس بیٹھنا اور لیٹنا، وہ بھی عمر بھر کیلئے۔

اللہ کا شکر ہے کہ مصیبت کی ان گھڑیوں میں حوصلہ دینے والے میرے ہم وطن ساتھی میرے پاس موجود تھے۔ان سب کے ساتھ میرا کوئی خونی رشتہ نہیں تھا لیکن میرے لئے وہ خونی رشتوں سے بھی بڑھ کر تھے۔محض اللہ کی رضا کیلئے انہوں نے جو کچھ میرے لئے کیا اسے بیان کرنے کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں۔حالتِ مرض میں اگر انسان کے اردگرد ایسے لوگ ہوں تو ہر مشکل آسان ہوجاتی ہے۔اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیمار پرسی کا حکم دیا ہے تاکہ بیمار کی حوصلہ افزائی ہو سکے۔کیونکہ بیماری میں اگر انسان ہمت ہار جائے تو وہ زندگی کی جنگ بھی ہار سکتا ہے۔

اب تھکے ماندے زخم خوردہ جسم کو دوبارہ زندگی کی پٹڑی پر لانا تھا۔زندگی کو اب نئے سرے سے اور نئے طریقے سے جینا تھا. تقدیر میری زندگی کو zero سے بھی پیچھے minus میں لے گئی تھی۔اب مجھے اپنی زندگی کو minus سے شروع کرنا تھا۔ میرے اختیار میں اب میرا آدھا ہی جسم تھا۔مجھے اب اپنے مفلوج آدھے جسم کا بوجھ ساتھ لے کر جینا تھا۔میرے جسم کو کئی پیچیدہ مسائل کا سامنا تھا، جن سے مجھے نمٹنا تھا۔مجھے اپنے دل و دماغ کو بھی اس صورتحال کیلئے تیار کرنا تھا۔یہ سب کچھ اتنا آسان نہ تھا۔میرے لئے ایک ایک لمحہ کربلا تھا۔ہر گذرنے والا دن مجھے نت نئے مسائل سے آشنا کراتا اور ہر روز میں ان مسائل سے جنگ لڑتا رہتا۔زندہ رہنے کیلئے مجھے کسی بھی حال میں یہ جنگ جیتنی تھی ورنہ ہار مجھے موت کی دہلیز تک لے جاتی۔

دو ہفتوں تک میں نے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔دو ہفتوں تک مجھے ڈرپ لگی رہی۔اب یہ ڈرپ نکال کر مجھے تھوڑا کھانے کو دیا گیا جسکو نگلنا بھی اب میرے لئے مشکل ہو رہا تھا۔ لیٹے لیٹے کھانے پینے کا یہ تجربہ بھی کتنا تلخ تھا۔کھانا پینا تو بس ایک مجبوری تھی ورنہ اس حال میں انسان کیا کھائے اور کیا پی لیا ایک اور سنگین مسئلے نے ان دو ہفتوں میں جنم لیا تھا۔دو ہفتوں تک مسلسل کمر کے بل لیٹنے کی وجہ سے میری کمر کے نچلے حصے کا گوشت ہی اُکھڑ گیا تھا اور وہاں ایک گڈھا سا بن چکا تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس معاملے کی طرف کسی ڈاکٹر یا نرس کا دھیان ہی نہیں گیا۔اب اس pressure sore نے اگلے چھ مہینے تک مجھے کتنی تکلیف اور پریشانی میں ڈال دیا اس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔

ہسپتال والوں نے سکوٹر کا ایک ٹیوب دیا۔کمر کے بل لیٹتے ہوئے یہ ٹیوب میرے اس pressure sore کے نیچے رکھا جاتا تاکہ اس پر جسم کا وزن نہ پڑے۔یہ ایک الگ مصیبت تھی۔میری کمر پر یہ کیسی مصیبتیں نازل ہو رہی تھیں۔کمر کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی Spinal Cord بھی کٹ گیا اور اب کمر پہ یہ گہرا زخم بن گیا۔اوپر سے کمر میں ڈاکٹر نے چھ کیل ٹھونس دئے۔انکی تکلیف الگ سے۔میری کمر میں یہ کیل بھی چُبھتے اور یہ ٹیوب بھی بہت پریشان کرتا۔اب ہر دو گھنٹے بعد میرے ساتھی میری کروٹ بدلتے تاکہ جسم پر مزید کوئی زخم نہ بن جائے۔وہ راتوں کو باری باری اٹھتے اور میری کروٹ بدلتے۔ میری وجہ سے انکو بھی بہت تکلیف اٹھانی پڑتی۔اللہ انکو جزائے خیر دے اور انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔آمین

ایک دن میرا سب سے بڑا ہمدرد اور غمخوار جس کے ساتھ میرا دل و جان کا رشتہ تھا میرے پاس آئے۔اکھٹے گھر سے نکلے تھے، میرے دوست بھی اور میرے بڑے بھائی جیسے۔شاکر غزنوی میری تیمارداری کیلئے ساتھیوں کو بھیجتے رہتے۔کیا عظیم انسان تھے شہید شاکر صاحب۔میرا حال دیکھ کر شہید شاکر صاحب کے چہرے کا تو رنگ ہی بدل گیا۔میرے سرہانے بیٹھ کر میرے بالوں پر ہاتھ پھیرتے رہے اور مجھے حوصلہ دیتے رہے۔انکی دلنشین باتیں دل میں اتر جاتی۔کیسا رفیق وشفیق انسان تھا۔انکے ساتھ گذرے ہوئے لمحات مجھے رہ رہ کے یاد آتے رہے۔وہ تو مجھے حوصلہ دے رہے تھے لیکن انکے دل کی کیفیت انکے چہرے سے عیاں تھی۔انکا وہ مسکراتا ہوا حسین نورانی چہرہ آج ہزاروں غم اپنے پیچھے چھپا رہا تھا۔مجھے اس تکلیف میں دیکھ کر ان پر کیا بیت رہی تھی اسکا مجھے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔

شاکر صاحب کچھ دن ہسپتال میں ہمارے ساتھ رہے۔مجھے تحفہ میں ایک تسبیح دی جو میں نے اب تک اپنے پاس سنبھال کر رکھی ہے۔انہی کی زبانی پتہ چلا کہ ہمارے کچھ قریبی ساتھی یہاں موجود ہیں۔ان ساتھیوں میں میرے جگری دوست جمیل قریشی، شاہین بھائی، عمر علی اور طارق ثانی بھی تھے۔میں نے سوچا کہ انکے نام ایک خط لکھوں۔کاغذ قلم منگوایا۔جب میں نے قلم ہاتھ میں لیا اور لکھنا چاہا تو کاغذ پر صرف لکیریں کھینچ سکا کیونکہ میری انگلیاں اسقدر کمزور ہوچکی تھی کہ وہ قلم کو پوری طرح سنبھال نہیں پا رہی تھیں۔لہٰذا میں خط نہ لکھ سکا۔

اتفاق ہسپتال میں قریباً دو ہفتے رہنے کے بعد مجھے منصورہ ہسپتال لاہور شفٹ کیا گیا جہاں میں پورا ایک سال ایڈمٹ رہا۔

منصورہ، جماعت اسلامی پاکستان کا ہیڈکوارٹر ہے۔یہاں انکی ایک چھوٹی سی بستی ہے جسکی بنیاد سید ابوالاعلیٰ مودودی علیہ رحمہ نے ڈالی تھی۔

(جاری ہے)

مقبوضہ کشمیر کے ضلع پلوامہ میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان خونریز جھڑپ

حزب المجاہدین کے کمانڈر عاقب مشتاق اور اعجاز احمد داد شجاعت دیتے ہوئے شہادت کے مرتبہ پر فائز، دو بھارتی فوجی اہلکار ہلاک، متعدد اہلکار زخمی

وادی کے مختلف علاقوں میں بھارتی فوج کے ہمراہ این آئی اے کے کئی مقامات پر چھاپے۔۔ درجنوں شہری گرفتار، املاک کی توڑ پھوڑ، کئی جائیدادیں ضبط

ہمایوں قیصر

16 فروری 2023ء۔۔سرینگر کے علاقے قمرواری میں نامعلوم افراد نے ایک شہری اقبال میر کو گولی مارکر زخمی کر دیا۔

17 فروری 2023ء۔۔سرینگر کے علاقے کرن نگر میں ایک نامعلوم شخص کی لاش برآمد ہوئی ہے۔ضلع سرینگر کے علاقے میں بھارتی پولیس نے دو بے گناہ کشمیری نوجوانوں کو گرفتار کرلیا۔ گرفتار نوجوانوں کی شناخت زبیر گل اور محمد حمزہ ولی کے طور پر ہوئی ہے۔پولیس نے نوجوانوں کی غیر قانونی حراست کا جواز فراہم کرنے کے لیے انہیں مجاہد تنظیم کا کارکن قرار دیدیا ہے۔

18 فروری 2023ء۔۔ضلع گاندربل کے علاقے واسکورہ میں ایک نوجوان کی لاش پُراسرار طور پر برآمد ہوئی ہے ۔مذکورہ نوجوان کی شناخت 22 سالہ آکرشت ملہوترا کے نام سے ہوئی ہے جو کٹرہ کے مقام کڈمل میں ریلوے لائن کے قریب مردہ حالت میں پایا گیا۔نئی دہلی کی ایک عدالت نے چار بے گناہ کشمیریوں کو ایک جھوٹے مقدمے میں مجرم قرار دیا ہے۔عدالت نے محمد شفیع شاہ، طالب لالی، مظفر احمد ڈار اور مشتاق احمد لون کو منی لانڈرنگ کے جھوٹے مقدمے میں مجرم قرار دیا۔مقبوضہ کشمیر میں بھارتی پولیس نے ضلع کولگام سے تین کشمیری نوجوان گرفتار کرلیے۔پولیس نے نوجوانوں کو دادرکوٹ عالم گنج کراسنگ پر ناکے سے گرفتار کیا۔گرفتار نوجوانوں کے نام محمد عباس وگے، گوہر شفیع میر اور نثار رحمان شیخ بتائے جاتے ہیں۔پولیس نے نوجوانوں کی گرفتاری کا جواز پیدا کرنے کیلئے ان پر ایک مجاہد تنظیم کے وابستہ ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔

20 فروری 2023ء۔۔جموں وکشمیر سے تعلق رکھنے والے سینئر صحافی نثار احمد ٹھوکر کی والدہ طویل علالت کے بعد سرینگر کے صورہ انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز میں انتقال کر گئیں۔مرحومہ کی عمر تقریبا 72 سال تھی۔ان کی نماز جنازہ میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔کل جماعتی حریت کانفرنس کی آزاد جموں وکشمیر شاخ کے کنوینر محمود احمد ساغر اور دیگر حریت رہنماؤں نے نثار احمد ٹھوکر سے اظہار تعزیت کیا اور مرحومہ کے لئے بلندی درجات کی دعا کی۔مقبوضہ کشمیر میں ریاستی تحقیقاتی ادارے ایس آئی یو نے ضلع پلوامہ کے علاقے ترال علاقے میں دو مقامات پر گھروں میں گھس کر تلاشیاں لیں۔مقبوضہ کشمیر کے جموں خطے کے ضلع ریاسی میں ایک نوجوان پراسرار حالت میں مردہ پایا گیا۔

20 فروری 2023ء۔۔اسلام آباد کے کھنہ برما ٹاؤن علاقے میں نامعلوم مسلح موٹر سائیکل سوار افراد نے نزدیک سے گولی مارکر حزب المجاہدین سے وابستہ معروف کمانڈر بشیر احمد پیر ساکنہ کپواڑہ المعروف امتیاز عالم کو شہید کر دیا۔شہید کے جنازے میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی ،حزب المجاہدین کے سپریم کمانڈر حزب المجاہدین سید صلاح الدین احمد نے شہید کا نماز جنازہ پڑھایا،اس موقعہ پر سید صلاح الدین سمیت تنظیم کے کئی اعلیٰ کمانڈروں نے شہید کمانڈر امتیاز عالمؒ کے جہادی کارناموں کو سراہتے ہوئے انہیں شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔

21 فروری 2022ء۔۔بھارتی ریاست راجستھان میں سڑک کے ایک حادثے میں مقبوضہ کشمیر

کے تین باشندے جہانگیر احمد نائیکو، محمد یوسف اور شوکت احمد جاں بحق ہو گئے ہیں۔

22 فروری 2023ء۔۔مقبوضہ کشمیر کے جموں خطے کے ضلع ادھمپور میں نامعلوم غنڈوں نے ایک کشمیری ڈرائیور پر حملہ کر دیا۔حملہ آوروں نے محمد اسحاق کھولی نامی ڈرائیور کو ضلع کے علاقے مانسر میں نامعلوم وجوہات کی بناء پر تشدد کا نشانہ بنایا۔ ضلع گاندربل کے علاقے کنگن سے بھی ایک 40 سالہ شخص محمد شعبان نجار کی لاش برآمد ہوئی ہے۔

23 فروری 2023ء۔۔ضلع بارہمولہ کے سوپور علاقے میں ایک دھماکے میں ایک شہری زخمی ہو گیا۔شہری قصبے کے علاقے وارپورہ میں ایک گھر کے قریب پراسرار دھماکے میں زخمی ہوا۔

24 فروری 2023ء۔۔مقبوضہکشمیر میں بھارتی پولیس کے سپیشل انویسٹی گیشن یونٹ (آیس آئی یو) نے جموں خطے کے ضلع رام بن میں تین افراد کی غیر منقولہ جائیدادیں تحریک آزادی سے انکی

وابستگی کے الزام میں ضبط کر لی ہیں۔ان جائیدادوں میں عبدالمجید لون کا ایک منزلہ مکان، محمد فاروق کا گھر اور شاہد احمد کی ادویات کی دکانیں شامل ہیں۔اس کے علاوہ سری نگر میں کل جماعتی حریت کانفرنس کے ہیڈ آفس ، جماعت اسلامی کے رہنماؤں ، کارکنوں اور مقبوضہ علاقے بھر میں دیگر شہریوں کی بہت سی جائیدادیں اور زمینیں ضبط کر لی ہیں۔ضلع اسلام آباد کے علاقے بجبہاڑہ میں حسن پورہ کے مقام پر آصف علی گنائی نامی شہری پر نامعلوم افراد نے فائرنگ کی جس سے وہ زخمی ہوگیا۔

25 فروری2023ء۔۔مقبوضہ کشمیر کے ضلع راجوری کیسند ربنی علاقے میں ایک شخص کی لاش پُراسرار طور پر برآمد کر لی گئی۔ضلع اسلام آباد کے ہر پورہ آروانی علاقے میں نامعلوم افراد نے سیب کے پانچ سو سے زائد درخت کاٹ دیئے ہیں۔

26 فروری2023ء۔۔ بھارتی حکومت نے مقبوضہ کشمیر میں اپنے ہندوتوا ایجنڈے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے مزید تین کشمیری سرکاری ملازمین کو بے بنیاد الزامات کے تحت ملازمت سے برطرف کر دیا ہے۔یادر ہے کہ مودی حکومت اب تک بیسیوں کشمیری ملازمین کو تحریک آزادی سے وابستگی کی پاداش میں برطرف کر چکی ہے۔جنوبی کشمیر کے ضلع پلوامہ کے اچھن علاقے میں ایک بینک کی حفاظت پر مامور سکیورٹی گارڈ سنجے پنڈت کو نامعلوم مسلح افراد نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ بھارتی پولیس نے ضلع پونچھ میں ایک نوجوان کو گرفتار کر لیا ہے۔نوجوان محمد رفیع کو ضلع کے علاقے منڈی میں کالے قانون پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کیا گیا ہے۔

27 فروری2023ء۔۔۔ضلع کولگام کے علاقے گوڈر ہر پورہ میں ایک باغ سے ایک چھبیس سال کے نوجوان عادل احمد خان کی لاش پُراسرار طور پر برآمد ہوئی ہے۔ضلع پلوامہ کے علاقے اونتی پورہ پڈگام پورہ علاقے میں حزب المجاہدین سے وابستہ مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان ایک خونی معرکہ پیش آیا جس کے نتیجے میں مجاہد کمانڈر عاقب مشتاق بٹ ولد مشتاق احمد ساکنہ ملنگ پورہ پلوامہ اور اعجاز احمد بٹ ولد غلام محمد بٹ ساکنہ پستونہ ترال نے بہادری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔جھڑپ کے دوران بھارتی فوجی پاؤن کمار سمیت دو اہلکار موقعہ پر ہی ہلاک ہوگئے جبکہ متعدد اہلکار زخمی ہوئے۔

ضلع پلوامہ کے علاقے اونتی پورہ پڈگام پورہ علاقے میں حزب المجاہدین سے وابستہ مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان ایک خونی معرکہ پیش آیا جس کے نتیجے میں مجاہد کمانڈر عاقب مشتاق بٹ ولد مشتاق احمد ساکنہ ملنگ پورہ پلوامہ اور اعجاز احمد بٹ ولد غلام محمد بٹ ساکنہ پستونہ ترال نے بہادری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔جھڑپ کے دوران بھارتی فوجی پاؤن کمار سمیت دو اہلکار موقعہ پر ہی ہلاک ہوگئے جبکہ متعدد اہلکار زخمی ہوئے

28 فروری2023ء۔۔ضلع جموں کے نوشہرہ علاقے میں بھارتی فوج کے ایک اہلکار سی ٹی سریتھ نے اپنی سروس رائفل سے خود کو گولی مار کر خودکشی کر لی ہے۔اس واقعے سے جنوری 2007 سے اب تک مقبوضہ علاقے میں خودکشی کرنے والے بھارتی فوجیوں اور پولیس اہلکاروں کی ہلاکتوں کی تعداد بڑھ کر562 ہوگئی ہے۔مقبوضہ کشمیر میں ضلع پلوامہ کے علاقے کھریو سے تعلق رکھنے والے دکانداروں نے اپنی دکانیں زبردستی بند کرانے پر بھارت فوج کے خلاف سرینگر میں احتجاجی مظاہرہ کیا۔دکانداروں نے اپنے بچوں سمیت سرینگر کے پریس انکلیو میں ایک احتجاجی مظاہرہ کیا اور کھریو میں بھارتی فوج کی طرف سے بند کرائی گئی دکانوں کو ان کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔ضلع کولگام کے علاقے نانی بوگ میں ایک سترہ سال کے نوجوان عمران حسین کی لاش اپنے گھر کے قریب ایک باغ سے پُراسرار طور پر برآمد کر لی گئی۔

کیم مارچ2023ء۔۔مقبوضہ کشمیر میں بدنام زمانہ تحقیقاتی ادارے این آئی اے نے سرینگر میں ممتاز آزادی پسند رہنما مشتاق احمد زرگر کی جائیداد ضبط کر لی ہے۔مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوجیوں کی طرف سے گذشتہ سال دسمبر میں اغوا کئے گئے کشمیری نوجوان عبدالرشید ڈار کی لاش ضلع کپواڑہ کے جنگلات کے علاقے زرہامہ سے ملی ہے جس کے بعد ضلع کے علاقے کنن پوش پورہ میں مودی حکومت اور اس کی سفاک فوج کے خلاف زبردست احتجاجی مظاہرے کئے گئے۔مظاہرین نے بھارت کے خلاف اور اسلام و آزادی کے حق میں نعرے بلند کئے جس سے پورا علاقہ گونج اٹھا۔سری نگر کے بٹہ مالو علاقے میں ایک بھارتی پولیس اہلکار ایک کار کی ٹکر سے زخمی ہوگیا۔

2 مارچ2023ء۔۔مقبوضہ کشمیر میں بدنام زمانہ بھارتی تحقیقاتی ادارے (این آئی اے) کی

عدالت نے 13 آزادی پسند کارکنوں کے ناقابل ضمانت وارنٹ جاری کیے ہیں۔

5 مارچ 2023ء۔۔ضلع بارہمولہ کے سوپور کے علاقے وارپورہ میں ایک پراسرار دھماکے میں زخمی ہونے والا شہری محمد جمال ڈار زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا۔ پچاس سالہ محمد جمال ڈار 23 فروری کو اپنے گھر کے احاطے میں سبزیوں کی کھیاری کی زمین کھودتے ہوئے ایک پراسرار دھماکے میں زخمی ہوا تھا۔ضلع ڈوڈہ کے سندرا علاقے میں ایک 35 سالہ شخص نے ویلج ڈیفنس گارڈز کے رکن سے اس کی بندوق چھین لی اور اس سے خود پر گولی چلا کر خودکشی کر لی۔ پونچھ ضلع میں لائن آف کنٹرول کے ساتھ بارودی سرنگ کے دھماکے میں ایک بھارتی فوجی اہلکار راجیو کمار زخمی ہوگیا۔مقبوضہ کشمیر میں ضلع ڈوڈہ کے علاقے گندوہ میں نامعلوم افراد نے ایک سرکاری سکول کے استاد شبیر احمد کو تیسری منزل سے نیچے پھینک دیا ہے جس کے نتیجے میں ان کی موت موقعہ پر ہی ہوئی۔

6 مارچ 2023ء۔۔سری نگر کے لیتہ پورہ مضافاتی علاقے میں بھارتی فوجی اہلکار روہی رام دل کا دورہ پڑنے سے ہلاک ہوگیا۔

اس سے قبل ضلع بارہمولہ میں بھارتی فوج کے ایک کرنل دل کا دورہ پڑنے سے ہلاک ہوگیا۔

7 مارچ 2023ء۔۔مقبوضہ کشمیر میں لداخ خطے کے علاقے لیہہ میں بھارتی فوج کے ایک افسر کی دل کا دورہ پڑنے سے موت ہوگئی ہے۔کرنل آر ایس کڑواسارا جو اسٹیشن ہیڈ کوارٹر لیہہ میں تعینات تھا۔مقبوضہ کشمیر سے تعلق رکھنے والی ایک طالبہ کو نئی دلی میں ہندوتوا غنڈے نے چاقو سے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ بھارتی فوج نے ایک تلاشی مہم کے دوران ضلع بارہمولہ کے مونچھ کھڈ کنزر علاقے میں دو کشمیری نوجوانوں کو مجاہد تنظیموں کا کارکن قرار دیکر گرفتار کر لیا ہے۔ گرفتار کیے گئے نوجوانوں کی شناخت خورشید احمد خان اور ریاض احمد خان کے طور پر ہوئی ہے جو زندپال کنزر کے رہائشی ہیں۔

8 مارچ 2022ء۔۔ بھارتی فوجیوں نے سرینگر میں کشمیری خواتین رہنماؤں یاسمین راجہ اور زمردہ حبیب کی رہائش گاہوں پر چھاپے مارے اور املاک کی توڑ پھوڑ کی۔فوجیوں نے گھروں میں گھس کر اہل خانہ کو ہراساں کیا اور گھروں کے کاغذات اور ان رہنماؤں کی تنظیموں کے لیٹر ہیڈ سمیت اہم دستاویزات اپنے ساتھ لے گئے۔

9 مارچ 2023ء۔۔ بھارتی پولیس اور این آئی اے نے قاضی یاسر، سمیت کئی حریت رہنماؤں کے گھروں پر سری نگر کے علاقے میں چھاپے مارے اور گھر کے سامان کی توڑ پھوڑ کی۔ سرینگر کے علاقے قمرواری میں دریائے جہلم سے ایک نوجوان کی لاش برآمد ہوئی ہے۔

10 مارچ 2023ء۔۔ بھارتی حکومت نے مقبوضہ کشمیر میں کے کپواڑہ، بارہمولہ اور بانڈی پورہ اضلاع میں بارڈر پولیس کی مزید 26 پوسٹیں قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

13 مارچ 2023ء۔۔ضلع پونچھ میں ایک بھارتی فوجی اسسٹنٹ سب انسپکٹر بی ایل جونکو دل کا دورہ پڑنے سے ہلاک ہوگیا ہے۔تحقیقاتی ادارے نے سری نگر کے شہر کے علاقے حبہ کدل میں عزیر احمد کے گھر پر چھاپہ مارا۔ادارے کے اہلکاروں نے گھر کی تلاشی کے دوران مکینوں کو ہراساں کرنے کے علاوہ جائیداد اور بینک کی دستاویزات اور موبائل فون ضبط کر لیے۔

14 مارچ 2023ء۔۔ بدنام زمانہ تحقیقاتی ادارے این آئی اے نے آزادی پسند سرگرمیوں سے

متعلق ایک مقدمے میں سرینگر، پلوامہ، شوپیاں، کولگام اور اسلام آباد میں مختلف مقامات پر چھاپے مارے اور تلاشی لی۔ سرینگر میں این آئی اے نے علاقے صورہ میں جنید احمد تیلی کے گھر پر چھاپہ مارا اور ان کا موبائل فون ضبط کر لیا۔ضلع بارہمولہ کے سوپور قصبے میں ایک بے گناہ کشمیری نوجوان کو گرفتار کر لیا۔ نوجوان کی شناخت اویس احمد میر کے نام سے ہوئی ہے۔ پولیس نے نوجوان کی غیر قانونی گرفتاری کا جواز پیش کرنے کے لئے انہیں ایک مجاہد تنظیم کا کارکن قرار دیا ہے

۔

15 مارچ 2023ء۔۔جموں شہر کے ریلوے سٹیشن کے قریب واقع ایک ہوٹل عمارت کے عقب سے ایک نوجوان کی لاش برآمد ہوئی۔مقبوضہ کشمیر میں بھارتی حکومت نے حریت پسندوں کے ساتھ روابط رکھنے کے الزام پر 47 کشمیریوں کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔ضلع اسلام آباد میں ایک بھارتی پولیس کانسٹیبل نے خودکشی کر لی ہے۔انڈین ریزرو پولیس کانسٹیبل نے ضلع کے علاقے ہیلر میں اپنی سروس رائفل سے گولی مار کر خودکشی کی۔مقبوضہ کشمیر کے ضلع پونچھ کے علاقے ساوجیاں میں ایک بھارتی فوجی نائیک سنیل کمار ڈیوٹی کے دوران دل کا دورہ پڑنے سے ہلاک ہوگیا۔ضلع سرینگر کے علاقے نوگام سے ایک نامعلوم شخص کی لاش برآمد ہوئی ہے۔ضلع ادھمپور کے علاقے میں ایک سڑک حادثے کے دوران ایک بھارتی فوجی گاڑی الٹ گئی جس کے نتیجے میں پانچ سی آر پی ایف اہلکار زخمی ہوگئے۔

☆☆☆